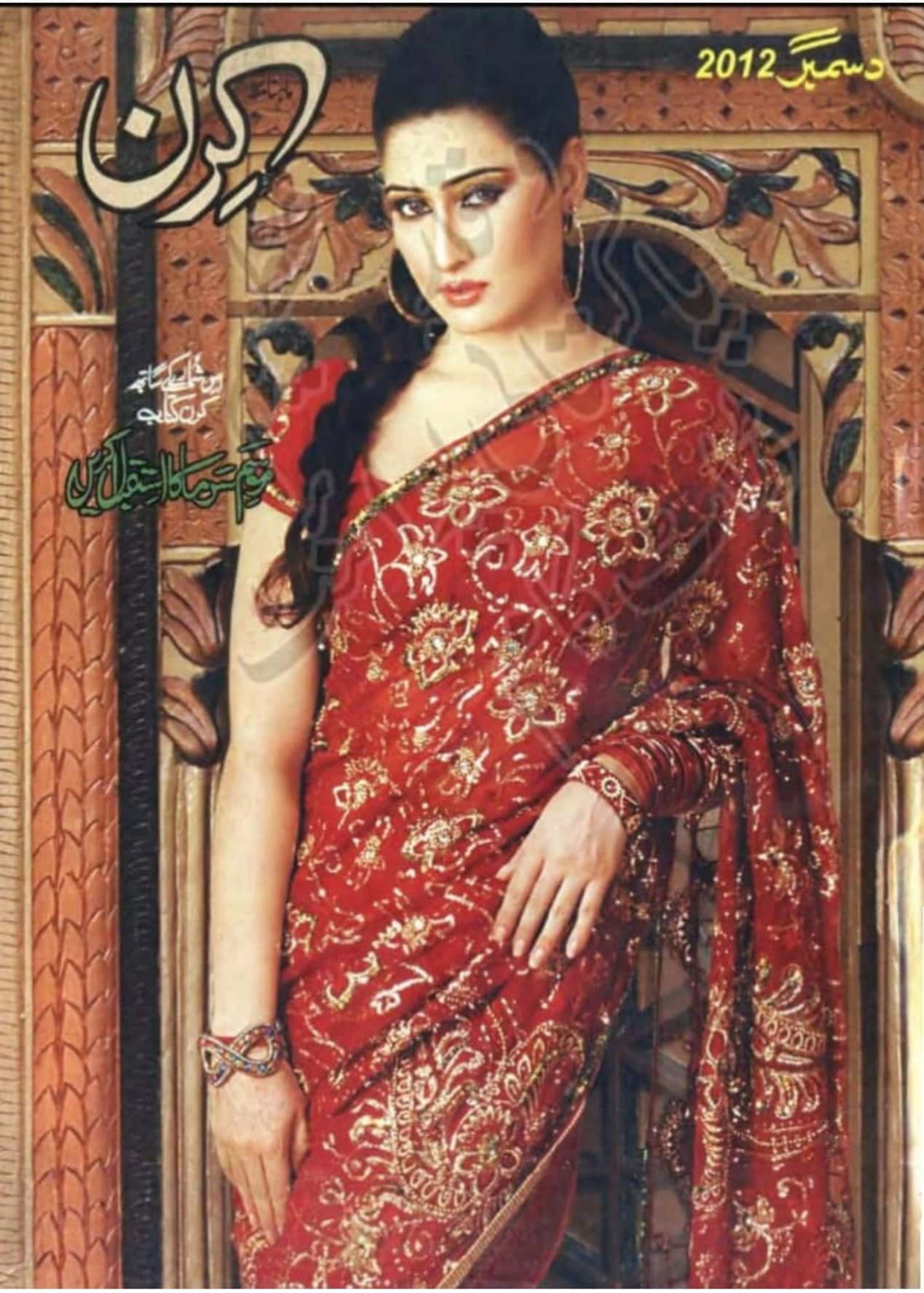

کرن
دسمبر 2012
اس شمارے کے ساتھ
کرن کتاب
موسم سرما کا استقبال کریں

سمیرا گل عثمان

دو شناسا اجنبی

digest novels lovers group ❤❤

"میں میڈیسن نہیں کھاؤں گی۔" ایمل نے تیسری بار ڈی کف کا چمچہ اس کے منہ میں ڈالنے کی کوشش کی تھی جسے تیسری بار اس نے ہاتھ مار کر گرا دیا تھا سارا شربت اس کی فراک پر گرا تھا اور سفید پھولوں والی فراک داغ دار ہو گئی تھی۔ ایمل نے ڈپٹنا چاہا لیکن دروازے پر ہونے والی دستک اسے اپنی سمت متوجہ کر گئی۔

نگاہیں بے ساختہ ہی وال کلاک کی سمت اٹھیں جو رات آٹھ کا الٹی میٹم بجا رہا تھا۔ ماسی نوراں دو روز کی

ناولٹ

چھٹی کا لاام کے گاؤں میں اپنی بیٹی سے ملنے گئی ہوئی تھی۔ ان کے آنے کے آثار تو ناپید تھے۔

"کون ہو سکتا ہے۔" وہ پریشان ہو گئی۔

جاڑے کی ایک سرد طوفانی رات تھی آسمان کے سینے پر چمکتی بجلیوں کی گرج چمک نے ویسے ہی دل دہلا رکھا تھا اس پر اک تواتر سے برستی بارش ایسے موسم میں کسی ہمسائے یا محلے دار وغیرہ کی آمد ہی عبث تھی ان کے گاؤں میں سرِ شام ہی لوگ نرم گرم لحافوں میں گھس جایا کرتے تھے۔ دروازہ ایک بار پھر پوری قوت سے دھڑ دھڑایا گیا۔ وہ اپنی سوچوں سے الجھی گیسٹ ہاؤس کے مرکزی دروازے تک آئی تو دروازہ ایک بار پھر سے بجایا گیا۔

"کون ہے۔" اس نے قریب آکر با آواز پوچھا۔

"مسافر ہوں اور مصیبت میں ہوں۔" ٹھٹھرتی ہوئی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تو اندازہ ہوا باہر کوئی پناہ کے لیے کھڑا ہے یا پھر ہو سکتا تھا وہ راستہ بھول گیا ہو کوئی ضرورت بھی ہو سکتی تھی۔ کچھ جھجکتے ہوئے اس نے دروازے کا ایک پٹ وا کر دیا۔

مقابل ایک اجنبی نوجوان کھڑا تھا جس نے بلیک لانگ کوٹ کے اوپر سیاہ ہیٹ پہن رکھی تھی مفلر میں لپٹا ہونے کے باعث وہ اس کا چہرہ نہیں دیکھ پائی تھی اس کا دایاں ہاتھ زخمی تھا اور اس سے ٹپکتا لہو بارش کے قطروں میں گھل کر سیڑھیوں سے نیچے تک بہہ رہا تھا۔

"ایمل۔" مقابل کھڑے اجنبی کے لبوں سے اپنا نام سن کر اس نے تحیر کے عالم میں سر اٹھایا نگاہوں کا تصادم ہوا اور مقابل کی آنکھیں جھک گئیں وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کی حیات کا گم گشتہ حصہ یہاں ناران کے اس پسماندہ سے گاؤں میں مل جائے گا۔

"تم یہاں۔" اس کے لہجے میں تلخی در آئی وہ یوں مخاطب تھی جیسے اس کے سامنے اس کے شوہر کی جگہ کوئی شناسا اجنبی کھڑا ہو جسے آپ پہچان کر بھی یاد رکھنا نہیں چاہتے اور وہ اس کے لیے اجنبی ہی تو تھا ایک رات کے شوہر کو بھی بھلا کوئی یاد رکھتا ہے۔

"میری گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو چکا ہے اور اب طوفانی رات میں۔"

"اندر آجاؤ۔" وہ اس کی بات کاٹ کر راستے سے ہٹ گئی تھی۔ وہ اس کی ہمراہی میں لابی عبور کرتے ہوئے لاؤنج میں چلا آیا تھا جہاں ایک چار سالہ

خوبصورت سی بچی منہ بسورے بیٹھی تھی۔

اہمل خود جانے کس کمرے میں غائب ہو گئی تھی وہ آتش دان میں سلگتی لکڑیوں کے قریب ہی بیٹھ گیا دو منٹ بعد اس کی واپسی فرسٹ ایڈ باکس کے ساتھ ہوئی تھی جس میں سے کاٹن لے کر وہ اپنا زخم صاف کرنے لگا مگر ایک ہاتھ سے بینڈیج کرنے میں کافی وقت کا سامنا تھا۔

وہ کچھ دیر لاتعلقی سے کھڑی دیکھتی رہی پھر اس کے ہاتھ سے کاٹن لے لیا نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اس کی بینڈیج کرنے پر مجبور تھی اور ایسا محض اس نے ہمدردی کے پیش نظر کیا تھا۔

"مما یہ انکل کون ہیں۔" زینی صوفے سے اتر کر

دونوں کے قریب چلی آئی۔ فرحان نے اپنے قریب جھکی ایمل کے چہرے سے نظریں ہٹا کر اس بچی کو دیکھا جو آنکھوں میں تجسس کے رنگ بھرے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"تمہارے پاپا ہیں۔" وہ استہزائیہ بولی اور فرحان کی آنکھوں میں الجھن آمیز تاثر امڈ آیا۔

"کیوں شک ہے کوئی۔" وہ اس کی آنکھوں کا تاثر دیکھ چکی تھی سو طنز کرنے سے خود کو روک نہ پائی۔ ندامت کے باعث فرحان کا سر جھک گیا۔

"پاپا۔" زینی نے اس کے گلے میں بازو ڈال دیا فرحان کے سپاٹ جذبوں کو جیسے کوئی شعلہ چھو کر گزر اٹھا۔ اس نے والہانہ انداز میں اپنی بیٹی کو ساتھ لپٹا لیا تھا جو ہو بہو اس کا ہر نقش چرا لائی تھی۔

"پاپا آپ کو چوٹ کیسے لگی۔" اس کا شاید گلا خراب تھا وہ بار بار کھانس رہی تھی فرحان نے اس کی پیشانی کو چھوا جو پر حدت تھی مگر وہ سب بھلائے اس کے زخم کا جائزہ لیتے ہوئے استفسار کر رہی تھی۔

"بس چھوٹا سا کٹ لگ گیا تھا۔" تکلیف کے شدید احساس کے باوجود وہ محض اسے مطمئن کرنے کو مسکرایا تھا۔

"اب پین تو نہیں ہو رہا۔" اس نے فکر مندی سے پوچھا تو اس نے ایک بار پھر سے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

"زینی چلو اب سو جاؤ۔" وہ اس کے لیے دودھ بنا کر لائی تھی جسے دیکھتے ہی وہ فرحان کے پیچھے چھپ گئی۔

"میں آج پاپا کے ساتھ سوؤں گی۔"

"پہلے ہماری گڑیا دودھ پیے گی پھر میں اسے چاکلیٹ بھی دوں گا اور اسٹوری بھی سناؤں گا۔" فرحان نے محبت سے اس کے بال سنوارتے ہوئے پچکارا تو اس کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔

"آپ کو پریوں والی اسٹوری آتی ہے۔"

"پریوں والی۔" اس نے دماغ پر زور ڈالتے ہوئے سوچنے کی ایکٹنگ کی پھر اثبات میں سر ہلا دیا جس پر اس نے کچھ مطمئن سا ہو کر دودھ لے لیا تھا۔ مگر اس کی گود سے نہیں اتری تھی۔

"پاپا اب آپ ہمارے ساتھ رہو گے نا۔" کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے اپنے ننھے منے ہاتھوں سے فرحان کا چہرہ چھو کر یقین دہانی چاہی تو فرحان نے اس کے دونوں ہاتھ تھام کر لبوں سے لگا لیے۔ کچن کی دہلیز پر کھڑی ایمل بھی رک کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

"ہاں اب میں آپ کے ساتھ ہی رہوں گا۔" گو اس نے زینی سے کہا تھا مگر اس کی نظریں ایمل پر جمی تھیں جس پر اس نے عجیب سی نظروں سے اسے گھورا تو فرحان کے لیے اس سے نظریں ملانا مشکل ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی توجہ زینی کی جانب مبذول کر لی۔

"پاپا کل ہم دونوں گھومنے جائیں گے میں آپ کو ساری فرینڈز سے ملواؤں گی ہم وہاں آئس کریم کھائیں گے جھولا لیں گے اور ڈول ہاؤس بھی۔" وہ کتنی باتونی تھی اور فرحان کو اس کی فرمائش اور باتیں سننے میں مزا آ رہا تھا جبکہ ایمل کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کیسے وہ زینی کی فراٹے بھرتی زبان کو روک دے۔

مگر لب بھینچتے ہوئے وہ اپنے کام میں مگن رہی پہلے برتن دھوئے پھر کچن صاف کیا اور جب اپنا سب کام ختم کرنے کے بعد لاؤنج میں آئی تو وہ ابھی تک وہیں بیٹھا تھا زینی اس کی گود میں سو چکی تھی۔

"کھانا کھاؤ گے۔"

"نہیں۔" وہ ہنوز نظریں جھکائے بیٹھا رہا لیکن آخر مروت بھی کوئی چیز تھی اور کچھ اپنی رحم دل فطرت سے مغلوب ہو کر وہ اس کے لیے ہلدی والا نیم گرم دودھ لے آئی تھی گلاس اس کے قریب میز پر رکھنے کے بعد اس کے لیے گیسٹ روم کا دروازہ کھولا اور زینی کو اس کی گود سے اٹھا کر اوپر چلی گئی۔

وہ وہیں بیٹھا اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا تھا کبھی وہ سوچتا تھا کہ بس ایک بار وہ مل جائے وہ اسے منا لے گا اور اب جب وہ سامنے تھی تو نظریں نہیں اٹھا پایا تھا۔ یونیورسٹی کا وہ دن شاید اس کی زندگی کا منحوس ترین دن تھا۔

☼ ☼ ☼

"کیا رنگین نظارے ہیں ہر سو رنگ برنگی حسین

بازک، دلنشین اڑتی بل کھاتی ہنستی گنگناتی تتلیاں ی تتلیاں اور دیدار شوق پر بھی کوئی پابندی نہیں مجھے سنبھالو یا رویہ میں کس نگر میں تشریف لا چکا ہوں۔"
عادل کی آنکھیں پھٹنے کے قریب ہو چکی تھیں گاؤں کے پرائمری مڈل اور شہر کے ڈگری کالج میں تعلیم حاصل کرنے والا وہ دیہاتی پہلی بار یونیورسٹی آیا تھا اور اب آگے پیچھے ڈولتا عمیر اور فیضان کے اوپر گرنے کے قریب تھا جب خرم نے اس کا شانہ تھامتے ہوئے سیدھا کیا۔

"زیادہ چہکو مت، یہ شبنم نہیں شعلہ ہیں پاس جانے پر۔"

"ایک جھانپڑ رسید کریں گی۔" عمیر نے فیضان کی بات کاٹ کر ٹکڑا لگایا اور سب ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنس پڑے۔

"کیا بات کر رہے ہو۔" عادل کو گویا اعتبار نہیں آیا تھا۔

"یہ اپنا خرم کل اس سعادت سے فیض یاب ہو چکا ہے۔" اب کی بار فرحان نے خرم کا شانہ تھپکتے ہوئے بھانڈا پھوڑا اور خرم کا بس نہیں چل رہا تھا کہ فرحان کی گردن دبوچ لے۔

"چہ چہ ایک لڑکی سے پٹ کر آ گئے۔" فرحان نے سگریٹ کا کش لگا کر آگے عمیر کو دیا اور تاسف بھری نظروں سے خرم کو دیکھا باقی سب نے بھی مل کر خوب ریکارڈ لگایا تھا۔

"میری جگہ اگر تم ہوتے تو وہ تمہارے ساتھ بھی یہی سلوک کرتی۔" وہ تلملا کر بولا۔

"ارے یہ اپنا شہزادہ جس کی جانب ایک نظر دیکھ لے وہ دل نکال کر ہتھیلی پر رکھ دیتی ہے۔" عمیر نے ستائشی نظروں سے فرحان کو دیکھ کر خرم کو مزید جلایا۔

"ہر لڑکی ایسی نہیں ہوتی۔" وہ اپنی بات پر مصر تھا۔

"ہر لڑکی کے پاس ایک دل ہوتا ہے، جس کو محبت کی گرمائش پوں چنگیوں میں پگھلا دیتی ہے پھر آپ اسے جس سانچے میں چاہو ڈھال لو۔"

"ٹھیک ہے تو پھر اس لڑکی کو اپنا اسیر کر کے دکھاؤ اگر تمہیں بڑا مان ہے اپنی شاندار مردانہ وجاہت پر تو۔"
خرم نے سامنے سے آتی لڑکی کی سمت اشارہ کرتے ہوئے کھلا چیلنج دیا تھا۔

فرحان نے گردن موڑ کر اس بلیک عبایا میں ملبوس لڑکی کو دیکھا جس نے حجاب اوڑھ رکھا تھا گندمی رنگت بڑی بڑی آنکھیں، سرو قد، فرحان کو وہ پہلی نظر میں ہی بہت عام سی لگی تھی۔

"یار تم پیس وہ بتاؤ جس میں کوئی بات بھی ہو۔" وہ ناگواری سے بولا مگر خرم نے بہت سوچ سمجھ کر اس لڑکی کا انتخاب کیا تھا۔

وہ ان کے محلے میں رہتی تھی امام مسجد کی بیٹی تھی جس کا لہجہ مردوں سے بات کرتے ہوئے سخت اور انداز بے حد سپاٹ ہوا کرتا تھا جس کا اس یونیورسٹی میں ایک بھی بوائے فرینڈ نہیں تھا جو اتنی پاکیزہ اور شفاف تھی کہ اسے دیکھتے ہی نظریں اس کے احترام میں جھک جاتی تھیں۔ فرحان ان سب کو وہیں چھوڑ کر سیڑھیوں کے قریب جا کھڑا ہوا ابھی اسے وہاں سے گزر کر اوپر جانا تھا وہ آئی اور چلی بھی گئی اس پر ایک نگاہ غلط ڈالے بغیر۔

"انٹرسٹنگ۔" پہلی بار اسے اس لڑکی میں دلچسپی محسوس ہوئی تھی یہ یقیناً "کافی مشکل ٹارگٹ تھا۔

☼ ☼ ☼

گھر کے اندر داخل ہوتے ہی صحن میں بکھرے میلے کپڑوں کا ڈھیر اسے دکھائی دے گیا تھا۔ عبایا اتار کر وہ اندر آئی تو حرا اور گوشی ایک ہی چارپائی پر بے سدھ پڑی سو رہی تھیں کپڑے تبدیل کرنے کے بعد کچن کا جائزہ لیا کٹوری میں گوبھی کا سالن رکھا ہوا تھا لیکن ہانڈی بالکل خالی تھا دو پھلکے بنا کر اس نے بابا جان کے کمرے میں جھانکا جو نماز ظہر کے بعد اب معمول کے وظائف پڑھنے میں مشغول تھے۔

"بابا کھانا کھالیں۔" دسترخوان پر کھانا چننے کے بعد وہ خود بھی وہیں بیٹھ گئی تھی اہل کی آواز پر انہوں نے آنکھیں کھولیں اور شفقت سے مسکرائے۔

"آتے ہی کاموں میں لگ جاتی ہو کبھی آرام بھی

کرلیا کرو۔"

"آپ تو جانتے ہیں مجھے دوپہر میں سونے کی عادت نہیں پھر سردیوں کا دن بھی تو چھوٹا سا ہوتا ہے آرام کے لیے اتنی لمبی رات کافی ہے۔"

"اچھا تو یونیورسٹی میں کیسا گزرا دن۔" کھانے کے دوران معمول کی باتیں ہوتی رہتی تھیں۔

"ٹھیک تھا بس اس لیے کہ آج ندا نہیں آئی اور ایک لڑکی ہے رخسار' اس نے مجھے سارا دن اچھی کمپنی دی اور آپ کی طبیعت اب کیسی ہے۔"

"اب کچھ بہتر محسوس کر رہا ہوں۔" وہ دو دن سے شدید بخار کی زد میں تھے۔ ایمل کو آج بھی ان کی طبیعت میں کچھ فرق نظر آرہا تھا۔ وہ انہیں آرام کی ہدایت کرتی برتن اٹھا کر باہر نکل گئی۔ تائی اماں مشین میں پانی اور صرف ڈالنے کے ساتھ ساتھ خوب بڑبڑا رہی تھیں۔

"آتے ہی مہارانیاں لمبی تان کر پڑ جاتی ہیں اتنا نہیں ہوتا کہ ماں کا ذرا ہاتھ ہی بٹا دیں۔" اس نے برتن کچن میں رکھے اور باہر آکر مشترک رنگوں کے کپڑے الگ الگ کرنے لگی تاکہ رنگ ایک دوسرے میں مدغم نہ ہو جائے۔

"رہنے دو بلی تم بھی جا کر آرام کرو آنکھوں سے تو کسی کو کوئی کام دکھائی دیتا ہی نہیں ہے۔" ان کا موڈ خاصا خراب تھا جو کہ اکثر ناخوشگوار ہی رہتا تھا لیکن ایمل نے پروا نہیں کی۔ وہ ہنوز اپنے کام میں مگن رہی۔ تائی اماں نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا اور اسے کپڑوں کے ساتھ نبرد آزما دیکھ کر خود بھی جا کر لحاف میں گھس گئیں کپڑوں سے فارغ ہو کر اس نے رات کے لیے سالن چڑھایا ساتھ ساتھ برتن دھوئے اور رات نو بجے فارغ ہو کر جب کمرے میں آئی تو وہ دونوں سر جوڑے ٹی وی کے پاس بیٹھی انڈین فلم دیکھنے میں مگن تھیں اور ان کی اس سرگرمی سے ایمل کے سوا کوئی بھی واقف نہیں تھا۔ ☼ ☼ ☼ ☼

"کیا تم گھنٹہ بھر سے ایک ہی راگ الاپے جا رہی ہو وہ بہت منفرد ہے عام لڑکیوں جیسی نہیں ہے اب وہ جو ہے جیسی ہے اس دنیا کی ہی مخلوق ہے کوئی مریخ سے تو اتری نہیں۔" فرحان کو رخسار پہ بے انتہا غصہ آگیا تھا جو عمیر کی کزن ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی منگیتر بھی تھی۔

"مجھے نہیں لگتا کہ تم اس لڑکی کے دل میں جگہ بنا پاؤ گے۔" رخسار نے اس کی جھلاہٹ کو خاطر میں لائے بغیر اپنی پیش گوئی کا اظہار کیا تو فرحان کو جلال آگیا۔

"محترمہ مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے اس کے دل میں جگہ۔۔۔"

"ایکسکیوزمی مسٹر فرحان تمہیں اس لڑکی کو اپنا دیوانہ بنانا ہے جس کے لیے اس کے دل میں جگہ بنانا بے حد ضروری ہے۔" خرم نے ٹوکتے ہوئے یاد دہانی کروائی۔

"تم نے پوچھا نہیں اس کا کوئی آئیڈیل۔" اب کی بار فرحان نے اسے گھورا تو وہ سوچتے ہوئے بولی۔

"پوچھا تھا مگر اس نے کہا کہ اس کے بابا جان ہی اس کے آئیڈیل ہیں۔"

"اور اس کے بابا جان ہماری مسجد کے امام صاحب ہیں۔" خرم کے خاصے ڈرامائی انکشاف پر پورے گروپ میں ایک زبردست قہقہہ پڑا تھا۔

"چلو نا عمیر کیفے ٹیریا۔ بہت بھوک لگی ہے۔" رخسار اسے کھینچ کر لے گئی پیچھے وہ تینوں رہ گئے تھے۔

"ایمل آپا میرے لیے کیا لائی ہو۔" کھانا کھانے کے بعد وہ ابھی اپنے نوٹس بنانے بیٹھی ہی تھی جب اچھلتا کودتا عمر اندر چلا آیا وہ گوشی اور حرا سے پندرہ منٹ چھوٹا تھا اور ابھی ففتھ اسٹینڈرڈ میں تھا۔ ایمل نے بیگ سے چاکلیٹ نکال کر اسے دے دی۔

"مجھے آپ سے ایک پیراگراف بھی لکھوانا تھا۔" وہ چاکلیٹ کھانے کے بعد کاپی پنسل اٹھا لایا۔

"تمہارا کام ہے خود کرو۔" اس نے صاف انکار کر دیا۔

"آپ لکھ دیں نا میں پھر یاد کر لوں گا۔" وہ معصومیت سے بولا۔

"تم کوشش تو کرو اگر ناکام ہوئے تو میں ہیلپ کروا دوں گی۔" ایک گھنٹہ لکھنے کے بعد وہ اٹھ کر کچن میں چلی آئی آج کھانا بنانے کی ذمہ داری حرا کی تھی سو اس کا موڈ خوب بگڑا ہوا تھا اور اپنا غصہ برتن پٹخ پٹخ کر نکال رہی تھی۔

"کیا پکا رہی ہو۔" گوشی بھی اس کے پیچھے ہی کچن میں داخل ہوئی تھی۔

"مسٹر قیمہ۔" لٹھ مار انداز میں جواب آیا پھر اسے چادر میں پیک دیکھ کر ٹھٹکی۔

"تم کہیں جا رہی ہو۔"

"ہاں اماں اور میں بازار جا رہے ہیں اسکول میں فن فیئر ہے تو اس کے لیے نیا سوٹ تو ہونا چاہیے۔" گوشی نے اپنے پروگرام سے آگاہ کیا تو حرا کی جان پر بن آئی۔ وہ دونوں انٹر کے بعد ایک پرائیویٹ اسکول میں جاب کرتی تھیں اور نیا سوٹ تو حرا کو بھی لینا تھا۔

"ایمل میری اچھی بہن پلیز آج کھانا بنا دو۔"

"ہرگز نہیں کھانا تم ہی بناؤ گی۔" اس کے ملتجی لہجے پر ایمل اثبات میں سر ہلانے ہی والی تھی جب تائی اماں نے مداخلت کر دی۔

"تائی اماں میں بنا دوں گی آپ لے جائیں حرا کو ساتھ۔" اس نے تو اپنی جانب سے بھرپور سفارش کی تھی مگر تائی اماں کو تو گویا موقع مل گیا تھا۔

"ایمل تم خوامخواہ ان کی طرف داری نہ کیا کرو کوئی سلیقہ ہے نہ گن ایک کام کرنے کو کہتی ہوں تو دس کام خراب ہوئے ملتے ہیں۔" ان کے دروازہ عبور کرنے کی دیر تھی وہ بھی ہاتھ جھاڑ کر محلے کے ٹور پر نکل گئی۔

"حرا تائی اماں کو پتا چلا تو خفا ہوں گی بابا بھی آنے والے ہیں جلدی آجانا۔" ایمل کی آواز نے دروازے تک اس کا تعاقب کیا تھا مگر وہ ان سنی کرتے ہوئے نکل گئی۔ کھانا بنانے کے بعد اس نے عمر کو دیکھا جو بیگ کھلا چھوڑ کر خود منڈیر پہ لٹکا پتنگ اڑا رہا تھا۔

"عمر جلدی نیچے آؤ۔" وہ اسے لینے اوپر آئی تو حرا سامنے والوں کی چھت کے عقبی سائیڈ پر بنی سڑک کے اس پار جھانک رہی تھی اور پھر اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے اس نے کسی کو اشارہ کیا ہو سڑک کے اس پار کا منظر اس کی نظروں سے اوجھل تھا مگر وہ دل میں کھٹک ضرور گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

"ایمل تم آج کس لڑکے کی گاڑی میں گھر آئی ہو۔" عبایا اتارنے کے بعد وہ الماری کے سامنے کھڑی کپڑے تلاش رہی تھی جب تائی اماں افتاں و خیزاں اس کے سر پر آن کھڑی ہوئیں انداز خوب تفتیش کرنے والا تھا اور ایمل کے لیے یہ چویشن خاصی پریشان کن ہو چکی تھی وہ کس لڑکے کے ساتھ آئی ہے یہ تو اسے بھی نہیں معلوم تھا وہ بس اسٹاپ پر اتر کر گھر کی سمت آرہی تھی جب اس نے بڑی اماں کو کپڑوں کی گٹھڑی اٹھائے اسٹاپ کی جانب جاتے دیکھا وہ فٹ پاتھ سے اتر کر سڑک کے عین وسط میں چلنے لگیں جب ایک موٹر سائیکل انہیں ہٹ کرتی گزر گئی اماں بی دیکھتے ہی دیکھتے گٹھڑی سمیت زمین بوس ہو چکی تھیں۔

اس سے پہلے کہ ایمل لپک کر ان کی جانب بڑھتی ریڈ لینڈ کروزر کے ٹائر اس کے پیروں کے قریب چرچرائے نوجوان نے باہر نکل کر بڑی اماں کو اٹھایا پھر ان کی گٹھڑی اٹھا کر دی۔ بڑی اماں اپنی ٹانگ سہلاتی مسلسل اس موٹر سائیکل سوار کو صلواتوں سے نواز رہی تھیں جو کب کا فرار ہو چکا تھا۔

"آپ انہیں جانتی ہیں۔" اس شخص نے شائستگی سے دریافت کیا تھا۔ بڑی اماں ان کے پڑوس میں رہتی تھیں بہت جھگڑالو قسم کی خاتون تھیں آئے روز دونوں بہوؤں سے لڑ جھگڑ کر اپنی گٹھڑی سنبھالتیں اور بیٹی کے ہاں رہنے چلی جاتیں ہفتہ بھر کے بعد پھر دونوں بیٹے منا کر لاتے تھے۔ ایمل اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بڑی اماں سے مخاطب ہوئی۔

"آئیں میں آپ کو گھر چھوڑ دوں گی۔"

"اب کیا مجھ سے چلا جائے گا کم بخت مارا ٹانگ توڑ

گیا میری۔" ان کا غصہ ہنوز تھا۔
"میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔" وہ بڑی اماں سے بولا تو وہ نا سمجھی سے ایمل کو دیکھنے لگیں۔
"یہ کہہ رہے ہیں آپ کو گاڑی میں گھر چھوڑ آتے ہیں۔" ایمل نے فوراً "ڈراپ" کی وضاحت کی تھی۔
"میں تو کبھی نہ جاؤں اکیلی اس چھڑے چھانٹ کے ساتھ تمہیں نہیں پتا حالات کتنے خراب ہیں دن دہاڑے لوگ لوٹ کر چلتے بنتے ہیں۔" وہ کسی نوخیز دوشیزہ کی مانند بدک کر پیچھے ہٹیں اور پھر بلا تامل اپنے خدشات کا اظہار بھی کر ڈالا۔ اس شخص کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔
ایمل نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی اسے یوں سڑک پر ایک اجنبی کے ساتھ کھڑے ہونا اچھا بھی نہیں لگ رہا تھا مگر بڑی اماں معمولی سی بات کو مسئلہ کشمیر بنائے کھڑی تھیں۔
"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے، جو سچ ہے وہ بتا رہی ہوں۔" اپنی کہی بات کا مذاق انہیں سخت ناگوار گزرا تھا پل میں اسے ڈپٹ کر رکھ دیا پھر ایمل سے بولیں۔
"تم بھی چلو میرے ساتھ۔"
"بڑی اماں میں۔۔۔" وہ ہکلا کر رہ گئی ایسی صورت حال کا تو اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔
"ہاں تم اور گھبرانے کی ضرورت نہیں میں ہوں تمہارے ساتھ۔" کیا بھرپور تسلی بھرا انداز تھا وہ اس کے احتجاج کو خاطر میں لائے بغیر گاڑی میں سوار ہو چکی تھیں اور پھر راستہ بھر دونوں بہوؤں کی تمام تر شکایات اس کے گوش گزار کرتی رہی تھیں۔
اترنے سے قبل ایمل کو ماننا پڑا تھا کہ وہ اچھا خاصا مہذب نوجوان تھا جس نے بیک سیٹ پر بیٹھی لڑکی کو راستہ بھر نہ تو بیک ویو مرر سے چھپ چھپ کر دیکھا تھا اور نہ ہی خوا مخواہ راہ رسم بڑھانے کی کوشش کی تھی۔ شروع سے آخر تک اس نے سارا قصہ تائی اماں کو سنا دیا تھا اب پتا نہیں انہیں اعتبار آیا تھا یا نہیں مگر وہ خاموش ضرور ہو گئی تھیں۔

☼ ☼ ☼

آج وہ بہت مسرور تھا اتنے دنوں کی محنت کے بعد آج اسے اپنی جانب متوجہ کرنے میں نا صرف کامیاب ہوا تھا بلکہ اس کے دل پر ایک اچھا تاثر بھی قائم کر چکا تھا اور اس وقت وہ اسی خوشی کو سلیبریٹ کرتا بیڈ پہ نیم دراز اسموکنگ کے ساتھ ساتھ تیز میوزک سے بھی لطف اندوز ہو رہا تھا۔
جب اچانک بیڈ روم کا دروازہ کھول کر کوئی عین اس کے سر پہ آن کھڑا ہوا تھا۔ نیم وا آنکھوں سے سامنے دیکھا تو شازمین، کھڑی تھی۔
"تم کب آئیں؟"
"کل رات سے آئی ہوئی ہوں اور تم سے اتنی زحمت نہ ہوئی کہ میرا حال احوال ہی دریافت کر لیتے۔" پردے ہٹانے کے بعد اب وہ کھڑکیاں کھول رہی تھی تاکہ سگریٹ کا دھواں باہر نکل جائے پھر اس نے آگے بڑھ کر بے ہنگم سا میوزک بھی بند کر دیا تھا۔
"اچھا میں ذرا شاور لے لوں پھر ڈنر باہر کرتے ہیں۔" وہ اسے منانے کو فوراً" اٹھ کر واش روم میں جا گھسا تو شازمین ریک میں رکھے فیشن میگزین کی ورق گردانی کرنے میں مشغول ہو گئی۔
وہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھا اس کی مما مشہور فیشن ڈیزائنر تھیں اور باپ ٹیکسٹائل مل کا مالک، شازمین اس کی خالہ زاد کزن تھی اور لندن سے یہاں سیر و تفریح کی غرض سے آئی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ ندا کے ساتھ فرسٹ فلور کی سیڑھیاں اترتی کیفے ٹیریا کی جانب جا رہی تھی جب اس نے اسی نوجوان کو یونیورسٹی کی مسجد سے ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد باہر نکلتے دیکھا سفید کرتہ کے کلف لگے شلوار سوٹ میں ملبوس سر پہ ٹوپی پہنے وہ کتنا پرنور سا لگ رہا تھا لاشعوری طور پر وہ جانے کب سے اس پہ نظریں جمائے چل رہی تھی۔
"السلام علیکم!" قریب سے گزرتے ہوئے وہ

نا صرف رک گیا بلکہ سلام میں پہل بھی کرڈالی وہ بھی جواب دے کر ٹھہری سی گئی تھی۔
"بڑی اماں کی طبیعت اب کیسی ہے۔"
"آپ یہاں کیسے۔" دونوں نے ایک ساتھ ہی دو مختلف سوال پوچھ لیے تھے۔
"ٹھیک ہیں وہ۔" ایمل نے پہلے جواب دیا۔
"میرا ایم ایس آئی ٹی کا لاسٹ سمسٹر چل رہا ہے۔"
"اوہ۔" اسے جیسے اطمینان ہوا ورنہ اسے تو لگ رہا تھا کہ جیسے وہ اس کا پیچھا کرتے ہوئے یہاں تک چلا آیا ہے پھر اسے اپنے وہم پر افسوس سا ہوا وہ ایسا تو ہرگز نہیں لگتا تھا۔
"ہم کیفے ٹیریا جارہے تھے۔" کچھ نہ سوجھا تو وہ اسے جیسے اطلاع دیتی آگے بڑھ گئی۔
"کون تھا یہ گلفام۔" ندا نے کچھ دور جا کر شرارت سے پوچھا۔
"کچھ نہیں۔" وہ جھینپ کر رہ گئی اور پھر کل کا تمام تر واقعہ اس کے گوش گزار کردیا ندا اسے اس کی دوستی کالج کے زمانے سے تھی جبکہ رخسار نے ایک ہفتے کے بعد اسے چھوڑ کر دوسرا گروپ جوائن کرلیا تھا۔
"سفید رنگ کے لباس میں اس کی رنگت کیسے کندن کی مانند دمک رہی تھی۔ اور آنکھیں کتنی روشن اور شفاف آئینے جیسی تھیں بات کرنے کا دھیما سلجھا ہوا انداز۔" لنچ کے دوران بھی وہ مسلسل اس کی شخصیت کا پوسٹ مارٹم کررہی تھی ایمل خاموشی سے سر جھکائے سنتی رہی۔

✡ ✡ ✡

"میں لندن سے یہاں تمہارے ساتھ اپنی چھٹیاں انجوائے کرنے آئی ہوں اور تم روز مجھے اکیلا چھوڑ کر یونیورسٹی کے لیے نکل جاتے ہو۔" وہ منہ پھلا کر اس کے راستے میں آن کھڑی ہوئی تھی۔
"اچھا تم بتا دو کہ مجھے اب تمہاری خاطر کیا کرنا چاہیے۔" اس نے ذرا سا آگے کو جھکتے ہوئے اپنا سر اس کے ماتھے سے ٹکرایا سن لائٹ کی خوشبو کسی معطر جھونکے کی مانند اس کے وجود سے لپٹ گئی تھی اک گہرا سانس بھرتے ہوئے وہ قدرے شوخی سے بولی۔
"اتنی حسین لڑکی تمہارے پہلو میں کھڑی ہے اسے کہیں گھمانے لے کر جاؤ فائیو اسٹار میں ڈنر کے لیے انوائٹ کرو گلابوں کا مہکتا بوکے گفٹ کرو شاپنگ کرواؤ اور۔۔۔"
"اور وہ لڑکی تو پہلے سے ہی مجھ سے متاثر ہے سو میں اس کی ناز برداریاں کیوں کر اٹھاؤں۔" وہ اس کا جملہ مکمل کرتا جانے کو مڑا تو شازمین اسے گھورتے ہوئے اندر چلی گئی۔
"میں آج جلدی واپس آنے والا ہوں۔" اس نے با آواز بلند انفارم کیا مگر وہ خفا ہو چکی تھی اس نے سوچا واپس آ کر منالے گا بیگ گاڑی میں رکھنے کے بعد وہ خود ڈرائیونگ سیٹ پر آن بیٹھا اور سی ڈی پلیئر آن کردیا گاڑی میں "نصیبولال" کا واہیات اور گھٹیا سا گیت گونجنے لگا تھا جس کے لفظ لفظ کو انجوائے کرتا وہ بے حد ریلش ڈرائیو کررہا تھا جب اچانک وہ اسے اسٹاپ پر وین کا انتظار کرتی دکھائی دے گئی۔
وہ آج بھی سیاہ برقعے اور حجاب میں ملبوس تھی اس نے کبھی اسے کلر ڈریس میں نہیں دیکھا تھا اس کے دل میں آیا کہ وہ اسے یونیورسٹی ڈراپ کرنے کی آفر کرے مگر پھر خود کو ملامت کرتا اس کے سامنے سے بغیر اس کی جانب دیکھے گزرتا چلا گیا۔
ایمل دور سے اسے آتا دیکھ چکی تھی اور یہی گمان کررہی تھی کہ وہ ضرور اسے لفٹ دے گا اور اس لمحے کے آنے سے قبل وہ دل میں دعاگو تھی کہ کاش کوئی وین آجائے مگر دور تک اس کے آثار نظر نہیں آرہے تھے لیکن وہ جس لمحے سے خوف زدہ تھی وہ ان کے مابین آیا ہی نہیں تھا۔
وہ اپنی جگہ حیرت زدہ سی ریڈ لینڈ کروزر کو نظروں سے دور ہوتا دیکھتی رہی اور نجانے کیوں لیکن اس لمحے اس کا دل انجانی سی مسرت سے بھر گیا تھا۔

"حرا کھانے کے بعد کمرے میں آؤ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔" ایمل نے کچن میں جھانکا تو وہ اسے کھانا کھاتے ہوئے نظر آئی تائی اماں پاس ہی بیٹھی چائے بنا رہی تھیں اور ان کے سامنے تو یہ بات کرنا انتہائی نامناسب تھا۔

"ایمل کا انداز مجھے بے حد مشکوک لگ رہا تھا جانے کیا بات ہے۔" امی کے باہر جانے کے بعد وہ گوشی سے بولی دل میں چور تھا شاید اسی وجہ سے وہ گھبرا رہی تھی۔

"سرعام اس سے ملتے ہوئے تو تمہیں ڈر نہیں لگتا جس روز کسی نے دیکھ لیا نا اس دن سمجھ لینا تمہاری زندگی کا آخری دن ہوگا۔" وہ جل کر بولی اسے بالکل اچھا نہیں لگتا تھا نرگس کا بھائی جو ہاتھ دھو کر حرا کے پیچھے پڑ گیا تھا اور حرا وہ کون سا کم تھی۔

ایمل جب سے یونیورسٹی سے آئی تھی اس کا رواں رواں سلگ رہا تھا حرا کو آتے دیکھ کر اس نے بمشکل اپنے اشتعال پر قابو پانے کی کوشش کی اور انتہائی تحمل سے دریافت کیا۔

"کون تھا وہ لڑکا۔"

"کون سا لڑکا۔" اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس کا وہم حقیقت میں بدل جائے گا اس اچانک استفسار پر وہ بوکھلا گئی۔

"میں نے خود اس لڑکے کو گلی کے کارنر پر تم سے بات کرتے ہوئے دیکھا تھا۔"

"وہ تو نرگس کا بھائی تھا۔" نرگس اس کی کولیگ تھی۔

"اصل میں آج گھر آتے ہوئے ہمارے پیچھے دو آوارہ لڑکے لگ گئے تھے تو نرگس کا بھائی ہمیں گھر تک چھوڑنے آیا تھا میں تو محض اس کا شکریہ ادا کر رہی تھی۔"

"مجھے تو وہ لڑکا بھی کم آوارہ نہیں لگ رہا تھا بہرحال تم آئندہ احتیاط کرنا اس محلے میں بابا جان کی جو عزت ہے ہمارے حوالے سے اس پر کوئی آنچ آئے یہ میں برداشت نہیں کروں گی۔" ایمل کو اس کی کہانی پر یقین تو نہیں آیا تھا مگر اس نے مزید سمجھانا اپنا فرض سمجھا۔

☼ ☼ ☼

"کتنا رومانٹک موسم ہے۔" بارش اک تواتر سے برس رہی تھی اور شازمین کا دل انجوائے کو مچل رہا تھا۔

"رومانٹک اس لیے ہے کہ میں ساتھ ہوں ورنہ موسم میں تو کوئی چارم نہیں ہے۔" اس نے پینٹ کی جیبوں میں دونوں ہاتھ ڈال کر نظریں شازمین کے چہرے پر جما دیں۔

"آؤ انجوائے کریں۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔

"پاگل ہوئی ہو یہ سردیوں کی بارش ہے بیمار پڑ جاؤ گی۔" اس نے ڈپٹا۔

"ہاں مگر میں وہی کرتی ہوں جو میرا دل چاہتا ہے۔" وہ اسے کھینچ کر لان میں لے آئی تھی۔

سرخ گلاب توڑتے ہوئے اس نے بے نیازی سے وہ پھول فرحان کی سمت بڑھا دیا۔

"دس از فار یو۔"

"تو تم مجھے پرپوز کر رہی ہو۔" وہ غیر سنجیدگی سے بولا۔

"تم سمجھ سکتے ہو۔" وہ شرارت سے مسکرائی۔ فرحان نے سرتاپا اسے بغور جانچا تھا۔ لیمن گرین شرٹ اس کے وجود سے چپک کر ہر انگ کی وضاحت کر رہی تھی گوری رنگت اور شانوں پر بکھری سنہری زلفیں وہ اتنی حسین تھی یا اسے لگ رہی تھی۔

"شازمین۔" اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کرتا وہ اس کے بے حد قریب آچکا تھا اور شازمین نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی شاید ان پُرفسوں لمحوں میں وہ ایسا کچھ کہنے والا تھا جو ان لمحوں کو امر کرتے ہوئے سماعتوں کو خوش کن احساس سے دوچار کر جاتا۔

"ڈو یو اسپنڈ ود می ان نائٹ۔" وہ اس کے لبوں کو اپنی پوروں سے چھو کر والہانہ انداز میں بولا تو وہ ایک جھٹکے سے اس سے دور ہٹی۔ لفظ تھے یا کوئی پگھلا ہوا سیسہ جو اس کی سماعتوں میں انڈیل گیا تھا کرب کی شدت سے آنکھیں بھر آئیں اس نے بے یقین

نظروں سے اسے دیکھا اور پلٹ کر بھاگتے ہوئے لاؤنج کی سیڑھیاں چڑھ گئی۔

"جسٹ جوکنگ یار۔" وہ چلایا مگر اس نے پھر پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔

☼ ☼ ☼

سرما کی دھوپ سارے آنگن میں پھیلی ہوئی تھی۔ گھر میں اس وقت اس کے اور تائی اماں کے علاوہ کوئی بھی موجود نہیں تھا وہ ابھی ابھی نہا کر نکلی تھی اور اب دھوپ میں کھڑی تولیے سے بال رگڑتے ہوئے انہیں خشک کرنے کی کوشش کر رہی تھی جب اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔ بڑے ابا کا دبئی سے فون آیا ہوا تھا اس نے تائی اماں کو مصروف دیکھا تو خود دوپٹہ اوڑھے گیٹ پر چلی آئی۔

"کون ہے۔" دروازہ کھولنے سے قبل اس نے پوچھنا ضروری خیال کیا تھا۔

"جی میں ہوں فرحان۔" مقابل کھڑے شخص کے تعارف نے دھڑکنوں میں عجیب ہلچل سی مچادی تھی اس نے غیر ارادی طور پر دونوں پٹ وا کردیے سامنے وہ مجسم کھڑا تھا۔

"السلام علیکم۔" حسب معمول اس نے شائستگی سے سلام کیا تھا۔

"آپ۔" وہ جواب دینا بھی بھول گئی اسے جیسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ اتنے دنوں سے جس کی منتظر تھی وہ آج اس کے سامنے انہی کے گیٹ پر کھڑا ہے۔

"وہ مجھے مولانا فاروق احمد قادری صاحب سے ملنا ہے۔"

"کس سلسلے میں۔" وہ اس کے بابا جان کا نام لے رہا تھا۔ اہمل کا چونکنا لازم تھا۔

"اگر وہ گھر میں موجود نہیں ہیں تو میں بعد میں آجاؤں گا۔" اس کا سوال خوبصورتی سے ٹالتے ہوئے اس نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو وہ جلدی سے بول اٹھی۔

"نہیں وہ اس وقت مسجد میں ہیں آپ چاہیں تو ان سے مل سکتے ہیں۔" دروازہ بند کرنے کے بعد وہ اندر آئی تو دل خوب زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

"کون تھا۔" تائی اماں فون رکھ چکی تھیں۔

"کوئی ابا کے ملنے والے تھے۔" رخ موڑ کر کہتی وہ فوراً" کچن میں چلی آئی کہ کہیں تائی اماں اس کے چہرے کے تاثرات نہ جان جائیں۔

☼ ☼ ☼

فرحان کو اپنے گریز پر اس کا بے ساختگی بھرا انداز اچھا لگا تھا وہ مولانا فاروق احمد صاحب سے ملاقات کے بعد گھر چلا آیا تھا جہاں مما کافی خطرناک موڈ کے ساتھ اس کی منتظر تھیں۔

"تم نے شازمین سے کیا کہا ہے۔"

"مم۔۔۔ میں نے۔" وہ گھبرا گیا شازمین نے اس کی شکایت مما سے کردی تھی یہ خیال ہی سوہان روح تھا۔

"دو دن سے روٹھ کر کمرے میں بند پڑی ہے بوا بتا رہی تھیں کھانا بھی واپس بھیج دیا ہے تمہارا کوئی جھگڑا تو نہیں ہوگیا اس سے۔" وہ فکرمندی سے بولیں فرحان نے بے ساختہ طمانیت بھرا سانس لیا۔

"آپ فکر نہ کریں میں دیکھتا ہوں۔" دو دو سیڑھیاں ایک ساتھ پھلانگتے ہوئے وہ اپنے کمرے میں چلا آیا تھا اس سے پہلے کہ معاملہ اوپر تک جائے اس کو نچلی سطح پر ہی حل کرنا ضروری تھا۔

پہلی بار اس نے شازمین کے متعلق سنجیدگی سے سوچا تو اس میں اسے بے شمار پلس پوائنٹ نظر آئے تھے وہ خوبصورت تھی ویل ایجوکیٹڈ اور لبرل تھی دونوں میں اچھی انڈر اسٹینڈنگ تھی۔

"تو اب شازمین کو منانا پڑے گا۔" وہ اٹھ کر اس کے بیڈ روم میں چلا آیا دروازہ اندر سے لاکڈ تھا اس نے ناک کرنے کے ساتھ ساتھ اسے کتنی ہی آوازیں دے ڈالی تھیں مگر وہاں بے نیازی کا وہی عالم تھا۔

اس کے بیڈ کی دراز میں ہر وقت ڈھیروں کارڈز پڑے ہوئے تھے جنہیں فارغ وقت میں وہ خود ہی ڈیزائن کیا کرتا تھا وہاں سے اس نے پنک پھولوں والا ایک کارڈ نکالا اس پر چند لائنیں لکھیں اور شازمین کے بیڈ روم میں

پھینک کر لان میں چلا آیا فری ہوم ڈلیوری والوں کو وہ کیک آرڈر کروا چکا تھا۔ گلاب کی پتیوں سے میز پر دل بنا کر اس میں کیک رکھا اور کینڈل جلانے کے بعد منتظر نظروں سے فرسٹ فلور کے سیکنڈ روم کی ونڈو کو دیکھنے لگا جو ابھی تک بند تھیں۔

☼ ☼ ☼

"تم فرحان کو جانتی ہو۔" وہ بابا جان کے لیے کھانا لے کر ان کے کمرے میں آئی تو کھانے کے دوران انہوں نے اچانک استفسار کر ڈالا۔

"آج آپ سے ملنے آیا تو مجھے پتا چلا میں نے اسے یونیورسٹی میں دیکھ رکھا ہے اس سے زیادہ تو نہیں جانتی وہ آپ سے کیوں ملنے آیا تھا۔" دھک دھک کرتے دل کے ساتھ اس نے تمام تر تفصیل ان کے گوش گزار کر دی تھی اور پھر ہمت کر کے اس کی آمد کا مقصد بھی دریافت کر لیا تھا۔

"کہہ رہا تھا ملکی سطح پر ہونے والے مقابلہ نعت خوانی میں حصہ لے رہا ہے تو میں تلفظ اور نعت خوانی کے متعلق اس کی رہنمائی فرما دوں بڑا ہی نیک لڑکا ہے آواز بھی بے حد پرسوز اور گداز تھی مجھے یقین ہے وہ ضرور جیت جائے گا۔"

"تو پھر آپ اسے تیاری کروا رہے ہیں۔" اس نے سرسری سا پوچھا۔ انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ایمل کو وہ بہت خاموش اور پریشان سے لگ رہے تھے کل رات اس نے تائی اماں کو بھی اکیلے میں ان سے بات کرتے دیکھا تھا اب جانے وہ کیا بات تھی جو ان کے لیے فکر مندی کا باعث بن رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

"ڈیر شاذمین ایک رات تو کیا زندگی کی ہر رات (افوہ اب گھورو مت) ہر صبح ہر شام دوپہر کو چھوڑ کر کیونکہ اس وقت میں آفس ہوا کروں گا نا مگر اس کے سوا ہر لمحہ ہر پل تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں اگر محترمہ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو باہر تشریف لے آئیں میں منتظر کھڑا ہوں۔" کارڈ پر درج عبارت پڑھنے کے بعد اس نے کھڑکی کا پردہ ہٹایا وہ لان میں کھڑا اس کی جانب دیکھ رہا تھا اس کی جھلک پاتے ہی اس نے دونوں کانوں کو چھوتے ہوئے "سوری" کہا تو شازمین کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

"ابھی برتھ ڈے ٹو یو ڈیر شازمین۔" گنگناتے ہوئے اس نے وش کیا وہ کیک کاٹ رہی تھی اور فرحان محبت پاش نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تمہارے لندن میں ایسے پرپوز کیا جاتا ہے نا۔" کہنے کے ساتھ وہ گھٹنوں کے بل اس کے سامنے جھک گیا تھا۔

"فرحان یہ کیا کر رہے ہو۔" اس نے بے ساختہ ہنستے ہوئے روکنے کی کوشش کی مگر وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر بولا۔

"دل دو میری می۔"

"پرپوز کرنے سے قبل اظہار محبت تو کرو۔" وہ اٹھلائی۔

"یہ دل دیکھ رہی ہو۔" اس نے میز کی سمت اشارہ کیا اور پھر بولا۔

"سمجھ لو یہ میرا تھا اب تمہارا ہوا۔"

"یہ تو پھولوں کا ہے۔" اس نے منہ بسورا۔

"تو کیا اصل والا نکال کر دوں۔" فرحان نے آنکھیں دکھائیں۔

☼ ☼ ☼

وہ گہری نیند میں گم تھی لیکن یوں لگ رہا تھا جیسے کہیں بہت دور سے باتوں کی آواز آ رہی ہو کروٹ بدلتے ہوئے سینے پر رکھی کتاب دھڑام سے گری اور اچانک اس کی آنکھ کھل گئی کمرے میں مدھم سی روشنی پھیلی ہوئی تھی نائٹ بلب کے علاوہ حسب معمول ٹی وی بھی چل رہا تھا اور وہ دونوں اس کے سامنے براجمان سرگوشیوں میں باتیں کر رہی تھیں ایمل کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ ایک دوسرے کے علاوہ بھی کسی سے بات کر رہی ہیں وہ بستر سے اتر کر ان کے قریب چلی آئی حرا نے اسے دیکھتے ہی سیل فون چھپا دیا تھا مگر ایمل

اس کے چھپانے سے قبل دیکھ چکی تھی۔
"کس سے بات کر رہی تھیں۔" وہ اس کے پاس ہی بیٹھ گئی۔
"پلیز ایمل اسے کچھ مت کہنا پہلے ہی بہت بڑا مسئلہ ہو گیا ہے۔" گوشی نے اس کے کڑے تیور دیکھ کر پہلے ہی ٹوک دیا تھا۔ ایمل کے مزاج سے دونوں اچھی طرح واقف تھیں اس لیے تو اسے کبھی ان اوٹ پٹانگ حرکتوں میں رازدار نہیں بنایا تھا۔
"ہاں لیکن مسئلہ کیا ہے۔" اس نے باری باری دونوں کے چہرے دیکھے جو متامل نظر آرہے تھے۔
"حرا کیا مسئلہ ہے۔" اس نے حرا کا بازو ہلایا جس پر وہ رونے لگی۔
"گوشی تم بتاؤ۔" اس نے پلٹ کر گوشی کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔
"وہ لڑکا نرگس کا بھائی نہیں حرا کا بوائے فرینڈ تھا فن فیئر کے روز یہ اسکول کی بجائے اس کے ساتھ ڈیٹ پر گئی تھی وہاں اس کے دوست نے سیل فون پر ان دونوں کی مووی بنالی اب وہ اس سے مطالبہ کر رہا ہے کہ یہ اسے اور اس کے دوست سے ہوٹل میں ملنے آئے ورنہ وہ اس کی مووی فیس بک پر اپ لوڈ کرنے کے ساتھ ساتھ چچا جان کو دکھا دے گا۔" گوشی کے انکشاف پر ایمل کا سر گھومنے لگا تھا اس نے ایک سلگتی ہوئی نگاہ حرا پر ڈالی تو وہ نظریں چرا گئی۔
"وہ سیل فون دو مجھے۔" اس نے ہاتھ بڑھایا اور حرا نے دائیں ہاتھ میں دبا سیل فون اس کی سمت بڑھا دیا تھا۔
"آئندہ ایسی حرکت کی تو میں تائی اماں کو بتادوں گی۔" دھمکی آمیز لہجے میں وارننگ دینے کے بعد وہ اٹھ کر واپس اپنے بستر پر چلی آئی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ لائبریری میں بیٹھی مطالعے میں مشغول تھی جب کسی نے قریب آکر ٹیبل بجائی بک اس کے ہاتھوں سے پھسلتے ہوئے بچی تھی فرحان کو سامنے دیکھ کر دل پہ بوکھلاہٹیں سوار ہونے لگی تھیں اس نے کھڑے ہو کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔
"مجھے آپ سے اس مسئلے پر بات کرنا تھی۔ جو آپ نے مجھ سے ڈسکس کیا تھا۔ اگر ہم باہر چلیں تو۔" وہ ہنوز کھڑا اس کی رائے کا منتظر تھا۔ ایمل اپنی بکس سمیٹ کر اس کے ساتھ چلی آئی۔
"وہ لڑکے اب آپ کی سسٹر کو تنگ نہیں کریں گے، میں نے ان کا انتظام کروا دیا ہے۔" لائبریری کی سیڑھیاں اتر کر اب وہ لان میں آچکے تھے جب فرحان نے اسے بتایا تو وہ ممونیت سے اسے دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔
"سمجھ میں نہیں آرہا کہ آپ کا شکریہ کیسے ادا کروں۔"
"وہ دیکھو تمہاری جل پری اپنے شہزادے کے ساتھ کھڑی گپیں لگا رہی ہے۔" عمیر نے خرم کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے ایمل اور فرحان کی سمت اشارہ کیا اور سامنے کا منظر دیکھ کر وہ اپنی جگہ ساکت سا رہ گیا۔
"اٹس اوکے اس کی ضرورت نہیں۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر نرمی سے کہا تھا کچھ پل کے لیے دونوں کے مابین خاموشی حائل ہو گئی تو اس نے جانے کی اجازت چاہی مگر فرحان نے روک لیا اب وہ پلٹ کر استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔
"دراصل مجھے آپ سے کچھ اور بھی کہنا تھا سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیسے کہوں بہت عجیب سا بھی لگ رہا ہے مگر۔" اس نے ہچکچاتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی۔
"آپ کو جو بھی کہنا ہے آپ بلا جھجک کہہ سکتے ہیں پلیز۔"
"میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" اگلے ہی پل اس نے بنا کسی جھجک کے کہہ ڈالا تھا اور ایمل کی نظروں میں آسمان گھومنے لگا اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ اسے پرپوز کرنے والا ہے۔
"آپ کو برا لگا۔" وہ اس کی خاموشی پر بے چین ہو

اٹھا' وہ جانے کیا کہنے والی تھی کہیں ساری محنت اکارت نہ چلی جائے۔
"بہتر ہوتا اگر آپ یہ بات میرے بابا جان سے کرتے۔" وہ رسانیت سے بولی۔
"ہاں لیکن میں نے اس سے قبل آپ کی مرضی دریافت کرنا ضروری سمجھا۔" طمانیت بھرا سانس بھرتے ہوئے وہ قدرے سنبھل کر گویا ہوا۔
"میری مرضی بھی بابا جان کی مرضی کے ساتھ مشروط ہے' میں خود سے زیادہ اس معاملے میں ان پر اعتماد کرتی ہوں۔" کہہ کر وہ رکی نہیں۔ کیفے ٹیریا آنے تک اس کا سانس پھول چکا تھا اس پر دھڑکنوں نے اودھم مچا رکھا تھا۔
"تم مجھے پندرہ منٹ کا کہہ کر گئی تھیں اور اب گھنٹے بعد آرہی ہو۔" ندا اسے دیکھتے ہی بگڑی تھی۔
"بس راستے میں خوشگوار حادثہ رونما ہوگیا۔" وہ شرارت سے ہنسی۔
"کیا مطلب۔" وہ کچھ سمجھی نہیں تھی۔
"فرحان نے مجھے پرپوز کیا ہے۔" اس نے سچ بتادیا ویسے بھی وہ ندا سے کوئی بات نہیں چھپاتی تھی۔
"آئی ایم رئیلی شاکڈ۔" اس نے کرنے کی ایکٹنگ کی۔
"فرحان کے پرپوزل پر۔" وہ سموسوں سے انصاف کرتے ہوئے بولی۔
"نہیں تمہارے ردعمل پر۔" اس کی حیرت قابل دید تھی۔
"آج کی حیرت انگیز نیوز ایک لڑکے نے تمہیں پرپوز کیا اور تم جواب میں مسکرا رہی ہو حالانکہ تمہیں پیار محبت' بوائے فرینڈ اور اس جیسی ساری باتیں کتنی آکورڈ لگتی تھیں۔"
"مجھے اب بھی یہ باتیں آکورڈ ہی لگتی ہیں مگر اس نے کوئی اظہار محبت نہیں کیا نہ دوستی کی آفر نہ کسی ڈیٹ ویٹ کا ذکر اس نے تو مہذب طریقے سے مجھے پرپوز کیا ہے اور کچھ نہیں۔"
"اور تم نے کیا کیا۔" وہ بے تابی سے بولی۔
"میں نے کہا ان معاملات کا مکمل اختیار میرے بابا جان کے پاس ہے لہٰذا وہ ان سے رجوع کرے۔"
"دھت تیرے کی۔" ندا اس جواب پر اچھا خاصا بدمزا ہوئی۔
"یار مجھے تو وہ بالکل تمہارا ہم مزاج در حقیقت میں خشک مزاج لگتا ہے سو پلیز تم یہ چانس مس مت کرنا ویسے میری شدید خواہش ہوگی کہ میں تم دونوں کو رومانس کرتا ہوا دیکھوں اپنی شادی میں مجھے ضرور انوائٹ کرنا۔" وہ اس سے زیادہ پرجوش ہو رہی تھی ایمل نے ہنستے ہوئے سر جھٹک دیا۔

☼ ☼ ☼

"کیا کیا باتیں ہوئیں۔" اپنے گروپ میں جاتے ہی تینوں نے اسے گھیر لیا تھا۔
"میں نے اسے پرپوز کیا ہے۔" وہ کولڈ ڈرنک کا ٹن کھولتے ہوئے مزے سے بولا۔
"تب تو اس نے انکار کیا ہوگا۔" خرم کو جانے کیوں لیکن اب بھی اپنے اندازوں کی درستگی پر مکمل اعتبار تھا یا پھر کم از کم وہ ایمل جیسی لڑکی سے یہ سب ایکسپیکٹ نہیں کر رہا تھا مگر فرحان نے جال بھی تو ایسا پھینکا تھا جو دکھائی نہیں دیتا مگر اپنے دام میں الجھا لیتا ہے۔
"مجھے کوئی لڑکی ریجیکٹ نہیں کر سکتی۔" وہ استہزائیہ ہنسا۔
"تو کیا اس نے ہاں کردی۔" وہ اب بھی بے یقین سا تھا۔
"مگر نہ بھی نہیں کی۔" اس نے خرم کے بال بکھیرے۔
"مان لیا تمہیں اب پلیز اس لڑکی کا پیچھا چھوڑ دو وہ ایک اچھی لڑکی ہے اس کے ساتھ کچھ برا مت کرنا۔" خرم کو اپنے کیے دعوے پر افسوس ہو رہا تھا اور ساتھ اسے ایمل کی فکر بھی ہو رہی تھی۔
"سنبھالو اسے یہ کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو رہا ہے۔" عمیر کو اشارہ کرتے ہوئے اس نے گاڑی کی چابی اٹھائی اور چلا گیا۔

"اتنی محنت کی ہے اس لڑکی پر اب تو حق بنتا ہے میرا۔" وہ مسرور سا کچھ سوچتے ہوئے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

رات بھر وہ ٹھیک سے سو نہیں پائی تھی۔ فجر سے کچھ دیر قبل تھک ہار کر چارپائی چھوڑ کر باہر نکل آئی باہر تاروں بھرا آسمان بے حد روشن اور پرنور سا لگ رہا تھا موسم بدل چکا تھا ٹھنڈی خوشگوار ہوا کے سبک جھونکے وجود کو تراوٹ بخش رہے تھے اور ساری فضا "اللہ اکبر" کی صدا سے گونج رہی تھی۔

"ایمل نماز ادا کرلو۔" مسجد جانے سے قبل بابا جان نے حسب معمول آواز دی لیکن وہ پلو سے ٹیک لگائے اجلی، شفاف اور معطر سی طلوع سحر کو دیکھ رہی تھی فرحان کو دیکھ کر بھی اسے ایسی ہی دلکش صبح کا گمان ہوتا تھا۔

اس نے کبھی آئیڈیل نہیں تراشے تھے لیکن فرحان کو دیکھ کر لگتا تھا کہ اگر اس نے اس پہلو پر کبھی سوچا ہوتا تو وہ ضرور ایسا ہی خاکہ تراشتی۔

"تم ابھی تک یہیں کھڑی ہو۔" وہ جانے کب واپس لوٹے تھے ایمل نے ان کے حیرت بھرے استفسار پر پہلے چونک کر انہیں دیکھا اور پھر صحن میں پھیلے ملگجے سے اجالے کو نماز کا وقت ابھی باقی تھا۔

"اوسوری مجھے خیال نہیں رہا۔" وہ معذرت کرتی واش روم کی جانب دوڑی۔ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو اس کا چہرہ تصور میں ابھر آیا تھا۔

گھبرا کر آنکھیں کھولیں تو ایک بے ساختہ سی مسکراہٹ لبوں کو چھو گئی۔ آج یونیورسٹی کی چونکہ چھٹی تھی سو ناشتے اور گھر کی صفائی سے فارغ ہو کر اس نے بابا جان کے کمرے میں جھانکا وہ کوئی اسلامی کتاب کا مطالعہ کرنے میں مشغول تھے۔ وہ دیکھ کر واپس چلی آئی بات کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی آج اسے اپنی ماں کی یاد بہت آرہی تھی اگر وہ ہوتیں تو ان کی گود میں سر رکھ کر مزے سے دل کی بات بتا دیتی۔

"ایمل تم بھی چلو نا ہمارے ساتھ اتنا مزا آئے گا۔" گوشی بارہا اصرار کر چکی تھی اب بھی پیکنگ چھوڑ کر اس کے پاس چلی آئی اس کی خالہ زاد ثوبیہ کی شادی تھی اور تین روز کے لیے سب جہلم جا رہے تھے۔

"بابا جان کو گھر اکیلے تو نہیں چھوڑ سکتے۔" وہ کیاری سے املتاس کے پتے نوچتے ہوئے بولی ویسے بھی بابا جان نے پہلے ہی اسے جانے سے منع کر دیا تھا۔

ان کے گھر میں گوشی کے ماموں بھی رہتے تھے عمر بتیس کے قریب ہوگی واجبی سی شکل و صورت تھی آج کل کسی فیکٹری میں رنگ و روغن کا کام کر رہے تھے اپنا گھر نہیں تھا اس لیے ابھی تک شادی نہیں ہو پا رہی تھی اور انہوں نے جیسے ہر لڑکی کو گھورنا اپنا فرض خیال کر لیا تھا پھر ان کے گھر کا کھلا ڈھلا ماحول وہ خود بھی پسند نہیں کرتی تھی۔ لیکن اسے نہیں پتا تھا کہ بابا جان کس وجہ سے منع کر رہے ہیں۔ گوشی منہ پھلا کر اٹھ گئی ایمل نے تائی اماں کے سارے سوٹ استری کر کے سلیقے سے بیگ میں رکھے اور سب کو رخصت کرنے کے بعد دروازہ لاک کر کے واپس آئی تو ایک بار پھر قدم بابا جان کے کمرے کی سمت اٹھ گئے۔

ماں تو اس کے بچپن میں ہی ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں فوت ہو گئی تھی تب سے بابا جان ہی اس کے لیے سب کچھ تھے وہ اپنی ساری باتیں ان کے ساتھ شیئر کیا کرتی تھی اور اب اتنی بڑی بات بھلا کیسے چھپا سکتی تھی۔

"ایمل اندر آؤ۔" دروازے میں لہراتا آنچل انہوں نے پہلے بھی دیکھا تھا کتاب سائیڈ پر رکھنے کے بعد وہ سیدھے ہو بیٹھے ایمل کشمکش کا شکار چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ان کے قریب پلنگ کے کونے پر آ کر ٹک گئی تھی۔

"کیا بات ہے۔" انہوں نے نرمی سے پوچھا۔

"مجھے آپ کو کچھ بتانا تھا۔" اس نے جھجکتے ہوئے بات کا آغاز کیا اور پھر تمام تر تفصیل ان کے گوش گزار کر دی پوری بات سننے کے بعد وہ جیسے کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے تھے۔

فرحان انہیں بھی بہت پسند تھا اور اپنی فیملی کے متعلق اس نے یہی بتایا تھا کہ وہ اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا ہے اور وہ بیرون ملک مقیم ہیں اور وہ اپنا بھی بزنس پاکستان میں کرنے کا ارادہ رکھتا تھا انہیں اپنی بیٹی کے لیے ایسے ہی نوجوان کی تلاش تھی۔

☼ ☼ ☼

آج اس نے لنچ میں بریانی اور گاجر کا حلوہ بنایا تھا۔ بابا جان صبح خصوصی طور پر فرمائش کر کے گئے تھے۔

لہہ کر گئے تھے کہ کھانا واپس آکر اس کے ساتھ ہی کھائیں گے وہ کب سے منتظر بیٹھی تھی لیکن ان کی آمد کے آثار ہی نظر نہیں آرہے تھے وہ دو بار دروازے میں جا کر گلی میں جھانک چکی تھی اب بھی تھک ہار کر اٹھی تو دروازہ بجنے لگا دستک کا انداز بتا رہا تھا کہ بابا جان ہی ہیں اس نے بھاگ کر ایک پٹ وا کیا لیکن سامنے جو چہرہ نمودار ہوا وہ بابا جان کا نہیں فرحان کا تھا ایمل کو وہ بے حد بوکھلایا ہوا سا لگا۔

"خیریت۔" وہ گھبرا کر بولی۔

"آپ کے بابا جان کی طبیعت اچھی نہیں ہے وہ اس وقت اسپتال میں ایڈمٹ ہیں آپ فوراً" میرے ساتھ چلیں۔" اس کے انداز میں عجلت تھی ایمل کے لب کچھ کہنے کی کوشش میں محض کانپ کر رہ گئے وہ بھاگ کر بڑی چادر اٹھا لائی تھی جلدی سے گھر لاک کیا اور اس کے ساتھ گاڑی میں آن بیٹھی۔

"کیا ہوا بابا کو صبح تو بالکل ٹھیک گھر سے نکلے تھے۔"

"بس سے اترتے ہوئے اچانک ہارٹ اٹیک ہوا ہے وہ تو میں اچانک وہاں سے گزر رہا تھا تو۔۔۔" اس کی ہچکیوں میں مزید اضافہ ہوا تھا فرحان نے بات ادھوری چھوڑ کر ٹشو باکس اس کی سمت بڑھایا۔

ایمرجنسی وارڈ کے باہر وہ پچھلے دو گھنٹوں سے مسلسل ٹہلتے ہوئے دعائیں مانگ رہی تھی مشینوں میں جکڑے وجود کو دیکھ کر اس کے حواس ساتھ چھوڑ رہے تھے فرحان کا سہارا غنیمت تھا ورنہ وہ تو کب کی ہمت ہار چکی تھی۔

مزید ایک گھنٹے کے جان گسل انتظار کے بعد جب ان کی حالت کچھ سنبھلی تو انہوں نے فرحان سے ملنے کی خواہش کی تھی وہ اٹھ کر چلا گیا بند کمرے میں کیا باتیں ہوئیں وہ یکسر لاعلم تھی۔

"ایمل آپ مل لیں اب سر سے۔" پندرہ منٹ بعد وہ باہر آیا اور اسے سرعت سے کہتے ہوئے خود فون پر مصروف ہو چکا تھا۔ ایمل اپنی آنسوؤں بھری آنکھیں صاف کرتے ہوئے اندر آئی تھی۔

"خیال رکھیے گا یہ زیادہ بات نہ کریں۔" قریب کھڑی نرس رسٹنگ اسٹیل سے کچھ درج کرنے کے بعد اسے ہدایت کرتی باہر نکل گئی اور بابا جان نے اس سے جو کہا وہ سننے کے بعد وہ بے یقینی سے ان کا چہرہ دیکھنے لگی تھی۔

"بابا جان آپ کا حکم سر آنکھوں پہ لیکن اتنی جلدی بھی کیا ہے آپ۔۔۔"

"بس میری یہی خواہش ہے تم زیادہ سوال نہ کرو۔" فرحان جلد اپنے والدین کو یہاں بلا لے گا۔" وہ ضدی پن سے بولے تو ایمل بے بسی سے ہونٹ کاٹنے لگی ان کی نظریں دروازے پر جمی تھیں جہاں سے کچھ دیر بعد فرحان اپنے دو دوستوں اور مولوی صاحب کے ساتھ اندر آیا تھا۔ چند لمحوں کی بات تھی اور اس کا حوالہ بدل گیا وہ ایمل فاروق احمد سے ایمل فرحان علی بن چکی تھی۔

"فرحان' ایمل کو گھر چھوڑ آؤ صبح سے کچھ کھایا نہیں ہوگا۔" وہ مولوی صاحب اور اپنے دوستوں کو رخصت کر کے اندر آیا تو بابا جان نے نیا کام سونپا تھا۔

"میں کہیں نہیں جاؤں گی۔" وہ مزید ان سے لپٹ گئی۔

"میں ٹھیک ہوں بیٹا اور تم ساری رات یہاں بیٹھ کر کیا کرو گی فرحان ہے میرے پاس تم صبح آجانا۔" وہ پیار سے چمکارتے ہوئے بولے تو وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔

"آپ کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

"ایمل ضد نہ کرو۔" اتنا سا بولنے پر ہی ان کا سانس پھول گیا تھا ان کی طبیعت کے پیش نظر وہ فوراً" اٹھ گئی تھی اسے پتا تھا اب وہ اسے گھر بھجوا کر ہی دم لیں گے دروازے کے قریب جا کر اس نے پلٹ کر دیکھا چند گھنٹوں میں ہی کس قدر کمزور اور نڈھال دکھنے لگے تھے۔ وہ ایک بار پھر واپس پلٹ آئی۔

"بابا اب درد تو نہیں ہو رہا۔" اسے جانے کیا وہم ہو گیا تھا انہوں نے نفی میں سر ہلا کر آنکھیں موند لیں۔

☼ ☼ ☼

راستہ بھر دونوں کے مابین خاموشی کا طویل وقفہ حائل رہا تھا جس وقت وہ گھر پہنچے رات کے دس بج چکے تھے دکانیں بند ہو چکی تھیں اور پوری گلی میں جیسے ہو کا عالم تھا اس نے گھر آ کر لائٹس جلائیں فرحان بھی اس کے ساتھ تھا۔

"آپ بیٹھ جائیں۔" اسے کھڑا دیکھ کر ایمل نے کرسی فراہم کی وہ ایزی ہو کر بیٹھ گیا۔

"کھانا کھائیں گے۔"

"نہیں بس چائے۔" وہ کہہ کر اپنی کنپٹیاں دبانے لگا۔ ایمل نے تھوڑے سے چاول کھائے تھے پھر دو کپ چائے بنا کر برآمدے میں چلی آئی۔ فرحان کی نظریں اس کی جانب اٹھیں اور پھر گویا پلٹنا بھول گئیں۔ چادر میں چھپے وجود کی کشش اسے اپنی سمت متوجہ کرنے کو کافی تھی کچھ موسم کی رعنائیوں کا اثر تھا اور کچھ قربت بھرے لمحوں کا سحر اس کے جذبات پل میں بہک اٹھے تھے وہ جانتا تھا گھر میں ان دونوں کے سوا کوئی نہیں۔

"میں چینج کر کے آتی ہوں۔" وہ اس کی نظروں سے گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی اپنے اور گوشی کے مشترکہ کمرے میں آنے کے بعد اس نے بے ساختہ زور زور سے دھڑکتے دل پر ہاتھ رکھا اور الماری کے دونوں پٹ وا کیے گم سم کھڑی یہی سوچنے میں مگن تھی کہ ان موصوف سے کیسے کہے کہ اب تم جاؤ۔

"بڑی اماں کو بلا لیتی ہوں۔" سادہ سا جامنی رنگ کا سوٹ نکالنے کے بعد وہ جونہی پلٹی تو بے ساختہ فرحان سے ٹکرا گئی وہ جانے کب اس کے پیچھے آن کھڑا ہوا تھا۔

"آپ۔" اس پر بوکھلاہٹیں سوار ہونے لگی تھیں۔ فرحان نے دو قدم کا فاصلہ عبور کرتے ہوئے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔

"میں اس وقت خود کو بہت خوش قسمت انسان تصور کر رہا ہوں کہ جیسا میں نے چاہا ویسا ہی ہو گیا حالات میرے لیے اتنے سازگار ہو جائیں گے میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔" مدھم سرگوشیوں میں بولتا وہ جونہی اس کے قریب ہوا لائٹ چلی گئی ہر سو اندھیرا چھا گیا اور وہ اس کے مضبوط حصار میں کسی زخمی پرندے کی مانند محض پھڑپھڑا کر رہ گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

یخنی تیار کرنے کے بعد وہ بابا جان کے لیے سوگودانہ بنا رہی تھی جب ایمبولینس کے مخصوص ہارن کی آواز پر اس کا پورا وجود لرزنے لگا وہ سب وہیں چھوڑ کر ننگے پاؤں سرپٹ دوڑی آواز گلی کے کارنر پر آ کے رک گئی تھی۔

"امام صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔" کسی محلے دار نے افسردگی سے کہا وہ بمشکل اپنی چیخوں کا گلا گھونٹ پائی ایمبولینس کا دروازہ کھلا اور چار آدمی ان کا جسد خاکی لا کر صحن میں چھوڑ گئے تھے وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ساری کارروائیاں دیکھتی رہی تھی ان کا پرنور ساکت چہرہ نظروں کے سامنے تھا اور وہ خود کو یقین دلانے کی کوشش کر رہی تھی کہ یہ جھوٹ ہے نظروں کا دھوکہ شاید وہ عالم خواب میں تھی اور کوشش کر رہی تھی کہ کاش نیند سے جاگ جائے ایسا بھیانک خواب جو دل کی رگیں کاٹ رہا تھا وہ آنکھ کھلنے کے انتظار میں تھی تائی اماں کے بین حرا اور گوشی کی چیخ و پکار اسے خود فریبی میں مبتلا ہونے نہیں دیتے تھے کتنے روز گزر چکے تھے مگر دل ابھی بھی نہیں بہلتا تھا ہر روز صبح اٹھ کر وہ

ان کی آواز کا انتظار کرتی تھی لیکن اب مسجد جانے سے قبل کوئی اسے جگانے نہیں آتا تھا روز دو کپ چائے بنا کر بے خیالی میں ان کے کمرے میں چلی آتی پھر احساس ہوتا ان کا کمرہ تو خالی ہو چکا ہے یونیورسٹی سے واپسی پر کوئی اس کا دروازے میں کھڑے ہو کر انتظار نہیں کرتا تھا چند ہی دنوں میں دنیا کتنی بے رنگ اور خالی سی ہو چکی تھی۔

☼ ☼ ☼

لایعنی سوچوں نے تھکا ڈالا تو وہ اٹھ کر کھڑکی میں آن کھڑی ہوئی آج بہت دنوں بعد یونیورسٹی گئی تھی ندا کو سب جان کر بے حد افسوس ہوا تھا فرحان کے ایگزیم ہو چکے تھے سو وہ یونیورسٹی نہیں آرہا تھا اسے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ وہ اسے بتائے بغیر بیرون ملک چلا گیا تھا اس رات کے بعد سے پھر اس نے اسے دیکھا بھی نہیں تھا وہ مختلف وہم اور خدشات کا شکار ہو رہی تھی۔

"بابا جان کو کیا پریشانی تھی جو یوں اچانک انہوں نے میرا نکاح کروا دیا شاید انہیں یقین ہو چکا تھا کہ زندگی کی نقدی ختم ہو چکی ہے اور فرحان تو جیسے پہلے سے ہی تیار بیٹھا تھا اور اب اس کی غیر موجودگی۔۔۔" وہ خود ہی سارے حالات کا تجزیہ کیے جا رہی تھی جب اس رات کا منظر آنکھوں میں لہرایا تو لبوں پر قفل لگ گئے۔ باہر تائی اماں حرا کے بالوں میں تیل کی مالش کر رہی تھیں۔

"ایمل کے بال دیکھو کتنے گھنے اور ریشمی ہیں اور تم نے کیا حشر بنا رکھا ہے۔"

"اماں تمہیں تو بس ایمل بڑی اچھی لگتی ہے ہم سے زیادہ تو اس سے پیار کرتی ہو ہر بات میں اس کی طرف داری۔" ایمل کی تعریف پر وہ سرتاپا سلگ اٹھی تھی۔

"میں اس کی طرف داری نہیں کر رہی بس یہ چاہتی ہوں کہ جتنی وہ سگھڑ، سلیقہ شعار اور فرماں بردار ہے تم دونوں بھی ویسی بن جاؤ۔" تائی اماں کے ڈپٹنے پر گوشی خوب تمسخرانہ ہنسی تھی۔

"ہونہہ فرماں بردار۔"

"جس روز آپ کے بھائی سے شادی پر رضامند ہوگی اس دن گنوائیے گا مجھے اس کی ساری خصوصیات۔" دور کھڑی ایمل کے کان کھڑے ہو گئے تھے۔

"چپ کر تو کم بخت ابھی بھائی صاحب کو گئے ڈیڑھ مہینہ بھی نہیں ہوا اور میں گھر میں شہنائیاں بجوانے بیٹھ جاؤں۔" وہ غصے سے بولیں۔

"لیکن امی ایمل کا اور ماموں کا کیا جوڑ بنتا ہے۔" حرا نے نیا اعتراض اٹھایا۔

"جوڑ کیسے نہیں بنتا وہ بے گھر یہ بے سائبان دونوں ایک دوسرے کا سہارا بن جائیں گے اور پھر کیا کمی ہے میرے بھائی میں۔" آخری جملہ شاید انہوں نے اپنے دل کی تسلی کے لیے بولا تھا۔

بابا کا آبائی گھر جو کہ گاؤں میں تھا وہ ایمل کے نام کر چکے تھے اور وہ چاہ رہی تھیں ایمل سے شادی کے بعد وہ گھر ان کے بھائی کو مل جائے اس رشتے کا ذکر وہ فاروق احمد صاحب سے بھی کر چکی تھیں یہی بات ان کے لیے پریشانی کا باعث بنی ہوئی تھی دبے لفظوں میں انہوں نے انکار تو کر دیا تھا لیکن وہ چاہ رہے تھے کہ ایمل کی جلد ہی کسی اچھی جگہ پر شادی کر دیں اپنے آخری وقت میں بھی انہیں ایمل کی فکر تھی اور اپنی جانب سے وہ اسے محفوظ ہاتھوں میں سونپ کر گئے تھے انہیں یقین تھا کہ اگر ایمل کا نکاح نہ ہوا تو ان کی بھاوج فرحان کے رشتے سے انکار کر کے اس کی شادی اپنے بھائی سے کر دیں گی۔ ایمل کو تائی اماں کا بدلتا ہوا رویہ اور بابا جان کی پریشانی سب کچھ یاد آرہا تھا۔

"تو یہ تھی اصل وجہ مجھے انہیں بتانا ہوگا کہ بابا جان میرا نکاح کر چکے ہیں۔" کھڑکی سے ہٹتے ہی اسے اپنی آنکھوں کے سامنے اندھیرا سے چھاتا محسوس ہوا تھا دیوار کا سہارا لے کر وہ بے ساختہ فرش پر بیٹھتی چلی گئی۔ دس منٹ بعد کہیں جا کر حواس سنبھلے تو ابکائی آنے لگی وہ اٹھ کر واش بیسن کی سمت لپکی تھی تائی اماں نے ٹھٹکتے ہوئے اسے دیکھا وہ جہاندیدہ خاتون تھیں لاکھ

ذہن کو جھٹلا رہی تھیں لیکن ایک وہم اندر کہیں جڑ پکڑتا جارہا تھا وہ چند دنوں سے اہمل کی یہی حالت دیکھ رہی تھیں۔

"اہمل چلو میں تمہیں ڈاکٹر کو دکھالاؤں۔"

"جی میں عبایا پہن کر آتی ہوں۔" اسے خود بھی اپنی طبیعت عجیب سی محسوس ہورہی تھی چکر' کمزوری' کچاپن روز بروز بدلتی کیفیات کا شکار تھی۔ سڑک سے آکر انہوں نے رکشہ لیا محلے کے ڈاکٹر کے بجائے وہ اسے شہر والے کلینک لے کر آئی تھیں اور رپورٹیں آنے پر ان کے بدترین خدشات کی تصدیق ہوگئی تھی اہمل کے لیے ان سے نظریں ملانا مشکل ہوگیا تھا۔

"اہمل یہ سب کیا ہے میں اپنی بیٹیوں کو ہر بات میں تمہاری مثالیں دیا کرتی تھی اور تم نے باپ کے قبر میں اترتے ہی اس کے اونچے شملے کو مٹی میں رول دیا دو کوڑی کی نہیں چھوڑی ہماری عزت جانتی ہو یہ بات ان دیواروں سے باہر نکلے گی تو کیا ہوگا۔" آنکھوں میں خوف اور وحشت لیے وہ اس سے پوچھ رہی تھیں گوشی اور حرا بھی حیرت زدہ سی دروازے میں آن کھڑی ہوئیں۔

"میں نے کوئی گناہ نہیں کیا بابا جان نے خود میرا نکاح کیا تھا۔" وہ خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے دلگرفتی سے بولی۔ پہلے بابا جان کی دائمی جدائی کا غم پھر فرحان کی یوں اچانک گمشدگی نے اسے نڈھال کررکھا تھا وہ تو یہی طے کیے بیٹھی تھی کہ فرحان سے بات کرنے کے بعد وہ اس سے کہے گی کہ اپنے پیرنٹس کو بھجواؤ مگر اس کا تو کچھ پتا نہیں چل رہا تھا اور اب اسے کیسی کیسی الزام تراشیاں برداشت کرنی پڑرہی تھیں۔

"تم ہوش میں تو ہو۔" تائی اماں نے اسے پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں بابا جان نے اس آخری رات میں میرا نکاح فرحان سے پڑھوایا تھا۔"

"فرحان کون ہے۔"

"میرے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتا تھا۔"

"بھائی صاحب کیسے جانتے تھے اسے۔" وہ سوال پر سوال کیے جارہی تھیں اہمل نے تمام تفصیل بتادی اور سب سننے کے بعد وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھیں۔ پھر کچھ دیر بعد بولیں۔

"اس لڑکے کو ابھی اور اسی وقت یہاں بلواؤ۔"

"میرے پاس اس کا کوئی کانٹیکٹ نمبر نہیں ہے وہ ملک سے باہر چلا گیا ہے۔"

"کوئی ثبوت کوئی گواہ' نکاح نامہ کچھ تو ہوگا تمہارے پاس۔"

"میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔" وہ مایوسی سے بولی تو اب کی بار انہیں پہلی بار اہمل پر اس قدر طیش آیا کہ انہوں نے بنا کسی لحاظ کے اس کے منہ پر دو تین تھپڑ کھینچ مارے۔

"تم نے کیا بے وقوف سمجھ رکھا ہے نکل جاؤ یہاں سے اور اپنے اس یار کو لیے بغیر اس گھر میں دوبارہ قدم نہ رکھنا۔" دھکے دے دے کر وہ اسے کمرے سے نکال رہی تھیں۔

"امی پلیز یہ کیا کررہی ہیں۔" گوشی اور حرا نے بمشکل اہمل کو ان کی گرفت سے چھڑوایا تھا۔

☼ ☼ ☼

تمام رات آنکھوں میں کٹ گئی تھی اپنے ہی پیاروں کی آنکھوں میں اپنے لیے بے اعتباری ـــــ دیکھنا کس قدر اذیت ناک تھا اس نے چپکے سے اپنے آنسو صاف کیے اور اٹھ کر کھڑکی میں آن کھڑی ہوئی باہر تاروں بھرا آسمان جھلمل جھلمل کررہا تھا چاندنی یوں پھیل رہی تھی جیسے کسی نے زمین سے لے کر آسمان تک نور کی چادر تان دی ہو پھر اس کے نصیب میں سیاہ راتیں کیوں لکھ دی گئی تھیں۔ وہ تھک کر فرحان کو سوچنے لگی اسے اب اس کی فکر ہونے لگی تھی وہ جانے کہاں تھا کس حال میں تھا جو پلٹ کر اس سے کوئی رابطہ نہیں کرپایا تھا۔

" اسے ڈھونڈنا چاہیے وہی ہے جو مجھے زمانے کے سامنے رسوا ہونے سے بچا سکتا ہے جو میری جانب اٹھی ان ملامت بھری نظروں کو جھکا سکتا ہے۔ جو میرا

کھویا ہوا غرور میرا مان مجھے لوٹا سکتا ہے۔" نماز کے بعد بڑے دل سے اس نے دعا مانگی تھی کہ فرحان اسے مل جائے۔

وہ تیار ہو کر کمرے سے باہر نکلی تو حرا اور گوشی کچن میں مصروف تھیں تائی امان کی رات سے طبیعت خراب تھی آخر ان کی بھی دو بیٹیاں تھیں اگر یہ بدنامی ان کے گلے پڑ جاتی تو ان کی بچیوں کا مستقبل بھی داؤ پر لگ جاتا۔

"ایمل ناشتا کرلو۔" گوشی نے پیچھے سے آواز دی مگر وہ ان سنی کرتے ہوئے مرکزی دروازہ عبور کر گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

"ایمل تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔" ندا نے اس کے پژمردہ سے چہرے کی جانب تشویش بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے استفسار کیا تو وہ لب کاٹتے ہوئے بولی۔

"تمہارے پاس فرحان کا ایڈریس یا پھر کوئی کانٹیکٹ نمبر وغیرہ ہے۔"

"اس نے تم سے رابطہ نہیں کیا۔" ندا نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں ایمل نے خاموشی سے نفی میں سر ہلا دیا اور پھر تمام تر حالات اس کے سامنے رکھ دیے۔

"او مائی گاڈ۔" اس نے دونوں ہاتھوں میں سر تھام لیا۔

"اچھا تم یہاں بیٹھو میں رخسار سے معلوم کر کے آتی ہوں اسے تو پتا ہوگا ورنہ یونیورسٹی کے اسٹوڈنٹس ریکارڈ سے نکلوالیں گے یہ بڑا مسئلہ نہیں ہے۔" وہ تسلی آمیز انداز میں اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اٹھی اور سیڑھیاں اتر کر دائیں سمت راہداری میں مڑ گئی ایمل باغیچے میں لگے پھولوں کو دیکھنے لگی پت جھڑ نے ان کا سارا آکسن چھین لیا تھا۔

"ایڈریس مل گیا ہے۔" ندا نے وہ پرچی اس کی سمت بڑھائی جو وہ رخسار سے لے کر آئی تھی ایمل نے ہاتھ بڑھا کر دیکھے بغیر اسے مٹھی میں بھینچ لیا تھا۔

"چلو پہلے کچھ کھالیں پھر ڈرائیور آجائے تو اس کے ساتھ چلیں گے۔" ایمل نے ممنون نظروں سے اسے دیکھا اور اٹھ گئی کل رات سے اس نے کچھ نہیں کھایا تھا اور اب تو بھوک سے چکر آنے لگے تھے۔

☼ ☼ ☼

گاڑی سے اتر کر وہ ایک بنگلے کے باہر کھڑی تھیں نیم پلیٹ پر "فاروق ہاؤس" جلی حروف میں لکھا جگمگا رہا تھا۔

"ہم کہیں غلط ایڈریس پر تو نہیں آگئے۔" ایمل نے توصیفی نظروں سے اس شیش محل کو دیکھتے ہوئے ندا سے سرگوشی میں پوچھا فرحان معاشی لحاظ سے اتنا اسٹرونگ ہوگا اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

"نہیں یار۔" وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے آگے بڑھی تو گیٹ کیپر اٹھ کر ان کے پاس چلا آیا۔

"جی بی آپ کو کس سے ملنا ہے۔"

"فرحان یہیں رہتا ہے۔" ایمل کو گویا تصدیق کی حاجت اب بھی تھی۔

"فرحان بابا جی وہ ادھر ہی رہتا ہے مگر اس وقت گھر میں نہیں ہے۔"

"دراصل آج بابا کی منگنی ہے نا تو سب ہوٹل میں گئے ہیں۔" پان سے رنگے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے اس نے اتنے پرجوش انداز میں بتایا تھا جیسے صاحب کی بجائے خود اس کا ولیمہ ہو۔

"منگنی۔" ایمل کو لگا جیسے گلبرگ کی ساری عمارتیں اس کے سر پر آن گری ہوں اس کی سانسوں میں گھٹن اتر آئی وجود جیسے آندھیوں کی زد میں تھا اور دل میں جو قیامت برپا تھی اس کا کوئی شمار نہیں تھا۔

"چلو یہاں سے۔" ساکت کھڑی ندا نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"نہیں میں اس سے ملے بغیر نہیں جاؤں گی۔" وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر گیٹ کے باہر بائیں جانب رکھے سنگی بنچ پر جا بیٹھی۔

"اب یہاں رک کر کیا کرو گی۔" ندا نے نرمی سے

سمجھایا۔
"کچھ حادثے ایسے ہوتے ہیں جو اگر ہماری آنکھوں کے سامنے رونما نہ ہوں تو ہمیں ان کی حقیقت کا انکار رہتا ہے ہم خود فریبی کا شکار ہو جاتے ہیں اور میں بے یقین رہنا نہیں چاہتی۔"
"پھر یہاں ویٹ کرنے کا کیا فائدہ چلو ہوٹل چلتے ہیں۔" تقریباً" آدھے گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد وہ آواری کے باہر کھڑی تھیں۔
تقریب کا اہتمام گراؤنڈ فلور میں تھا رنگ برنگے آنچل نقرئی قہقہے، مہمانوں کی چہل پہل اور ان سب کے بیچ بلیک ڈنر سوٹ میں ملبوس پہلو میں ایک پرکشش حسینہ کو لیے کھڑا وہ کوئی اور نہیں فرحان ہی تھا۔
"میں اس وقت خود کو بہت خوش قسمت انسان تصور کر رہا ہوں کہ جیسا میں نے چاہا ویسا ہی ہو گیا حالات میرے لیے اتنے سازگار ہو جائیں گے میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔" اس کے دماغ میں سائیں سائیں ہونے لگی اس نے کس خوش قسمتی کی بات کی تھی اور وہ کون سے حالات تھے جو اس رات اس کے لیے سازگار ہو چکے تھے اس کا اندازہ اسے اگلے چند لمحوں میں ہو چکا تھا۔
"تم یہاں۔" وہ اسے دیکھ کر ذرا بھی نہ چونکا تھا۔
"ہو از شی؟" اس کے ساتھ کھڑی لڑکی نے عجیب سی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے قدرے ناگواری سے استفسار کیا جواب میں فرحان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔
"یہ وہی ہے، جس سے کبھی کبھار تم جیلس ہو جاتی ہو۔"
"اگر اسے دیکھ چکی ہوتی تو کبھی اتنا ہنگامہ برپا نہ کرتی بٹ آئی ایم رئیلی سرپرائزڈ کہ تمہارا ٹیسٹ اتنا معمولی بھی ہو سکتا ہے۔" اسے سرتاپا گھورتے ہوئے اس لڑکی نے جس انداز میں کہا تھا ایمل کے پورے وجود میں چیونٹیاں سی رینگنے لگی تھیں۔
"اونہہ میرا ٹیسٹ نہیں تھی یہ تو ایک چیلنج تھا۔" اس نے نخوت سے سر جھٹکا۔
"فیضان، عمیر، خرم یہاں آؤ۔" اس نے پلٹ کر اپنے دوستوں کو آواز دی تو تینوں ایک دوسرے کی جانب معنی خیز نظروں سے دیکھتے اس کے قریب چلے آئے۔
"دیکھو یہ آج میرے پیچھے مجھے ڈھونڈتے ہوئے یہاں تک چلی آئی ہے، بنا ڈالا میں نے اس نام نہاد شریف لڑکی کو اپنا دیوانہ اب یہ میرے سامنے گڑگڑائے گی ہاتھ جوڑ کر مجھ سے میری محبت کی بھیک۔۔۔" گال پر پڑنے والے زناٹے دار تھپڑ کی بدولت اس کی بات ادھوری رہ گئی تھی آس پاس کھڑے لوگ بھی اس جانب متوجہ ہو چکے تھے ہر کوئی دم بخود سا تھا۔
"یہ تھپڑ تمہیں ہمیشہ میری نظروں میں تمہاری اوقات یاد دلاتا رہے گا۔" لفظوں کو چبا چبا کر کہتی وہ ندا کا ہاتھ تھام کر باہر نکل آئی تھی پیچھے ہر سو جیسے سناٹا چھا گیا تھا بس ایک تھپڑ کی گونج تھی جو پورے ہال میں چکراتی پھر رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

"کتنا شرمندہ کروایا ہے تم نے ہمیں سب کے سامنے میری تو نظریں نہیں اٹھ رہی تھیں لوگوں کے سوالوں کا جواب دیتے دیتے تھک چکی ہوں۔" آئمہ بیگم غصے سے بل کھاتی اس پر برس رہی تھیں جو خود تو واپس چلا آیا تھا اور انہیں سب کو فیس کرنے کے لیے وہاں چھوڑ دیا تھا۔
"کون تھی وہ لڑکی۔" فاروق صاحب نے کافی تحمل سے دریافت کیا۔
"آپ لوگ پلیز مجھے کچھ دیر کے لیے اکیلا چھوڑ دیں۔" وہ بے زاری سے بولا۔
"تمہارے پاپا تم سے کچھ پوچھ رہے ہیں۔" اس کا انداز انہیں مزید سلگا گیا تھا۔
"مما پلیز مجھے نہیں پتہ کہ کون تھی وہ۔" اس کا دماغ اس قدر ماؤف ہو رہا تھا کہ بروقت کوئی بہانہ بھی نہیں سوجھ رہا تھا اور مما اب باقاعدہ جرح پر اتر آئی

تھیں تنگ آکر اس نے گاڑی کی چابی اٹھائی اور باہر نکل گیا۔

☼ ☼ ☼

"تمہارے پاس اب ایک ہی راستہ ہے ایمل کہ تم ابارشن کروالو پھر ہم تمہارا نکاح زاہد سے کردیں گے۔" کمرے میں موت کا سا سناٹا طاری تھا جسے نائلہ اماں کی آواز نے جب توڑا تو گویا قیامت ہی آگئی۔

"میں نکاح پر نکاح کیسے کرسکتی ہوں۔" وہ احتجاجاً چلائی۔

"تو پھر ایک احسان کرو ہم پر یہ گھر یہ محلہ چھوڑ کر یہاں سے کہیں دور چلی جاؤ ورنہ تمہارے گناہوں کی کالک ہم سب کی زندگیاں سیاہ کردے گی۔" انہوں نے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کچھ اتنی نفرت سے کہا تھا کہ ایمل کے پورے وجود میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔

"ہم کہہ دیں گے محلے والوں سے کہ تم اپنے ننھیال چلی گئی ہو چند روز لوگ باتیں بنائیں گے لیکن کچھ تو پردہ رہ جائے گا۔" وہ تو گویا سب طے کیے بیٹھی تھیں ایمل کی ٹانگوں نے اس کا وزن سہارنے سے انکار کردیا تھا مگر وہ پھر بھی اٹھی تھی اور اپنی زندہ لاش کو گھسیٹتے ہوئے مرکزی دروازہ پار کر گئی تھی۔ اپنے بابا کی عزت و ناموس کی حفاظت اسے بھی بہت عزیز تھی اتنی عزیز کہ اس نے خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ جیت کر بھی ہار چکا تھا اور یہی ہار اسے تلملا رہی تھی اسے تو عمیر' فیضان اور خرم کا سامنا کرنا بھی دشوار لگ رہا تھا جانے اب سب نے مل کر اس کا کتنا ریکارڈ لگایا تھا اس خوف سے اس نے سب سے ملنا ہی چھوڑ دیا تھا۔

وہ اپنی ساری بیرونی سرگرمیاں ترک کرتے ہوئے باقاعدگی سے آفس جانے لگا تھا فاروق صاحب اس کی روٹین لائف سے مطمئن اور آئمہ بیگم سرشار سی تھیں اس پر جو غصہ تھا وہ اس کے مثبت رویے پر رفتہ رفتہ خود ہی زائل ہوچکا تھا۔ مگر اس کے اندر جو خلش تھی وہ روز بروز بڑھتی جارہی تھی جانے کیسا احساس تھا جو مکمل طور پر اپنے حصار میں جکڑ چکا تھا وہ پلکیں موند تا تو دو وحشت بھری آنکھیں اس کے تصور میں ابھر آتیں تو وہ بے چین سا ہو کر رات بھر جاگا کرتا تھا ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد اس کی آنکھیں مختلف مناظر میں اسے کھوجنے لگتی تھیں شاید یہ دن رات اسے سوچنے کا کمال تھا کہ اب وہ اس کے تصور میں بس چکی تھی اس نے یہ سوچ کر خود کو مطمئن کیا کہ اب جو عادت ہو چکی ہے وہ آہستہ آہستہ ہی ختم ہوگی۔

لاؤنج کی سیڑھیاں اتر کر لان میں آیا تو شازمین گیلے بالوں کو تولیے سے رگڑتے ہوئے دکھائی دی۔ ریشمی بال شانوں پر بکھرے دیکھ کر ایک بھولا ہوا منظر نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی تمام تر رعنائیوں سمیت اس کے تصور میں ابھر آیا اس کی کمر سے نیچے تک بکھرے گھنے ریشمی بال کتنے خوبصورت تھے جیسے سمندر میں چلتی مدھم مدھم لہریں جیسے افق پر چھائی کالی گھٹا یا پھر دھیرے دھیرے بہتی آبشار۔

"کہاں کھو گئے۔" شازمین نے اسے گم سم دیکھ کر اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا۔

"تمہارے بال بہت خوبصورت ہیں لیکن اگر لمبے ہوتے تو اور اچھے لگتے۔" بے ساختہ ہی جانے کیوں اور کیسے اس کے لبوں سے پھسل گیا تھا۔

"اچھا آج مجھے کچھ شاپنگ کرنی ہے اور تم ابھی چلو میرے ساتھ۔" گیلے بالوں کو جھٹکتے ہوئے وہ اس کا ہاتھ تھام کر پورچ کی جانب بڑھی تو فرحان رک کر اسے دیکھنے لگا۔

"تمہارا لباس روز بروز کچھ زیادہ ہی ویسٹرن ہوتا جارہا ہے۔" اس کا اشارہ شازمین کی جینز اور کھلے گریبان والی سلیولیس شرٹ کی جانب تھا پہلے وہ کبھی اسکارف اوڑھ لیتی تھی لیکن آج لمبا سا مفلر گردن سے گھما کر لٹکا رکھا تھا جو اس کی زینت چھپانے کو ناکافی تھا اور فرحان کو بہت ناگوار بھی گزر رہا تھا۔

"ہاں تو میں ہوں تو ویسٹرن ہی۔" اس نے ہنستے ہوئے شانے اچکائے اور اسے اپنی سوچ پر حیرت ہوئی وہ اتنا کنزرویٹو تو نہیں تھا پھر کیوں اس کا دل چاہنے لگا تھا کہ شازمین کو اس کے سوا کوئی اور نہ دیکھے۔

☼ ☼ ☼

"ہیلو شازمین۔" شاپنگ کے دوران ایک مانوس سی آواز پر وہ پلٹی تو سامنے ہیری کھڑا تھا فرحان کو نیلی آنکھوں اور سنہری بالوں والا وہ شخص بالکل بھی پسند نہیں آیا تھا جبکہ شازمین کافی پرجوش انداز میں اس کی جانب بڑھی تھی۔

"تم یہاں کیسے۔" اب دونوں باتوں میں مشغول ہو چکے تھے پھر اچانک اسے فرحان کا خیال آیا تو وہ ہیری کا ہاتھ تھام کر پلٹی لیکن فرحان تو وہاں کہیں بھی نہیں تھا ہیری سے معذرت کرنے کے بعد وہ جب اسے ہر جگہ ڈھونڈ چکی تو اس کا فون آگیا۔

"میں گاڑی میں ہوں تم اپنی شاپنگ کر کے آجانا۔" اور وہ اپنی شاپنگ ادھوری چھوڑ کر چلی آئی تھی اس کے گاڑی میں بیٹھنے کے ساتھ ہی فرحان نے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔

"تم نے بتایا نہیں کہ تمہارا کوئی بوائے فرینڈ بھی ہے۔" وہ بولا تو لہجہ خاصا خشک اور درشت تھا شازمین حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"ہی از جسٹ مائی فرینڈ۔"

"مجھے تمہاری لڑکوں سے دوستیاں قطعی پسند نہیں تم دوبارہ اس سے نہیں ملوگی۔" انتہائی سلگتے لہجے میں اس نے اپنی پسند کے متعلق آگاہ کرتے ہوئے حکم سنایا تو شازمین کا ضبط جواب دے گیا وہ بہت دنوں سے اس کا رویہ برداشت کر رہی تھی۔

"تم جانتے ہو کہ تم آج کل کیا کرتے پھر رہے ہو کل ایک لڑکا اپنے سیل فون سے موی بنا رہا تھا تم خوامخواہ اس سے الجھنے لگے آج تمہیں میرا اپنے دوست سے ملنا اچھا نہیں لگا ہر وقت الجھے بکھرے رہتے ہو صبح تمہیں کافی چاہیے تھی میں بنا کر لائی تو تم نے کہا تمہارا موڈ نہیں ہے میں گھنٹوں تمہارے پاس بیٹھ کر اکیلے ہی بکتی رہتی ہوں اور تم کسی بات کا جواب نہیں دیتے اگر میں کچھ استفسار کروں تو یوں تعجب سے دیکھتے ہو جیسے میں نے فارسی جھاڑ دی ہو۔" وہ بولے جا رہی تھی اور فرحان کو یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ یہ سب کرتا پھر رہا ہے کیوں؟

☼ ☼ ☼

"مجھے لگتا ہے میں کسی خبطی، پاگل شخص کے ساتھ گھومنے آئی ہوں جو پہلو میں اتنی حسین نوجوان فیانسی کے ہوتے ہوئے سگریٹ پھونکنے میں مگن ہے۔"

"تو کیا کروں۔" وہ بے بسی سے بولا۔

"مجھ سے باتیں کرو۔" وہ اٹھ کر اس کے قریب چلی آئی فرحان نے ادھ جلی سگریٹ سنگی بنچ پر مسل ڈالی اب وہ مکمل طور پر اس کی سمت متوجہ تھا مگر بالکل خاموش وہ جو لفظوں کی جادوگری سے ہزاروں دل لوٹ لیا کرتا تھا اب اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اس سے کیا بات کرے یوں لگتا تھا جیسے گفتگو کے تمام تر موضوعات ختم ہو چکے ہوں۔

سیاہ آنکھوں کی نمی نے اسے بے چین سا کر دیا تھا کتنی گہری تھیں وہ آنکھیں ان پر سایہ فگن دراز پلکوں کی جھالر کیسا دلفریب، سحر انگیز اور من بھاتا منظر تھا وہ۔ جو وہ ماضی میں پیچھے بہت پیچھے چھوڑ آیا تھا۔

"شازمین۔" اس نے گمبھیر لہجے میں پکارا۔

"تم مجھے اپنی آنکھوں میں سیاہ لینسز لگا کر دکھاؤ گی۔" وہ کتنی حسرت سے بولا تھا۔ شازمین نے اس کے ہاتھ جھٹک دیے اور رخ موڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی یہ وہ فرحان نہیں تھا جس سے کبھی اس نے محبت کی تھی جس کی وہ تمنائی تھی جو جہاں نگاہ اٹھاتا تھا تو تسخیر کر لیتا تھا جس کی باتوں میں جادو ——— تھا جو زندگی سے بھرپور ایک زندہ دل انسان تھا جبکہ یہ شخص یہ تو کوئی اجنبی تھا۔ جس کا ہر روپ اس کے لیے ناآشنا

تھا۔

"تم اب مجھ سے بالکل پیار نہیں کرتے۔" وہ روتے ہوئے بولی اور فرحان کو لگا وہ واقعی میں اس سے پیار نہیں کرتا۔ آج اس کا برتھ ڈے تھا وہ صبح سے تیار ہو کر بیٹھی تھی اور وہ اسے وش کیے بغیر ہی دفتر چلا گیا تھا اور اب جب وہ واپس آیا تھا تو وہ زبردستی اسے اپنے ساتھ شالامار باغ میں لے آئی تھی لیکن وہ گھنٹہ بھر سے خاموش بیٹھا سگریٹ پھونکے جا رہا تھا اور اب کہا بھی تو کیا سیاہ لینسز کی ڈیمانڈ یہ کوئی معمولی فرمائش تو نہیں تھی کچھ تو تھا ان کالی آنکھوں میں جو وہ اب تک بھول نہیں پا رہا تھا۔

"سارا دن گزر گیا اور تم نے مجھے وش نہیں کیا۔"

"شازمین ایم سوری۔" فرحان نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔ وہ ہنوز آنسو بہاتی رہی۔

"اچھا دیکھو دن گزر گیا تو کیا ہوا ابھی رات تو باقی ہے نا ہم کسی اچھے سے ریسٹورنٹ میں جا کر سلیبریٹ کریں گے۔"

"بات دن کی نہیں ہے فرحان' امپورٹنس کی ہے۔" وہ ایک جتاتی ہوئی سی نگاہ اس پر ڈال کر پلٹنے والی تھی جب فرحان نے اس کی کلائی تھام کر واپس کھینچا۔

"میں بہت محبت کرتا ہوں تم سے۔" اسے لگا یہ کہنا ضروری ہے۔

"جھوٹ۔" وہ بے یقین رہی۔

"مجھے تمہاری آنکھوں میں کسی اور کا عکس نظر آیا ہے تمہارے دل پر اتنے پہرے ہیں کہ میری محبت ہر بار ٹھک کر واپس لوٹ آتی ہے۔" تھکن زدہ سے لہجے میں وہ بے حد دلگرفتی سے بولی تھی۔

"میرا دل ہے کہ شاہی محل جس کے دروازے پر دربان کھڑے ہیں۔" وہ بے ساختہ ہنسا تو شازمین بات کو غیر سنجیدگی میں بدلتے دیکھ کر اسے گھورنے لگی۔

☼ ☼ ☼

"شازمین۔" وہ باہر سے پکارتا ہوا اندر آیا تھا مگر وہ لاؤنج میں کہیں بھی نہیں تھی۔

"وہ تو شام سے کچھ پہلے باہر نکلی تھی۔" آئمہ بیگم نے ٹی وی کا والیم کم کرتے ہوئے اطلاع دی تو وہ ان کے برابر ہی بیٹھ گیا۔

"کھانا لگوا دوں۔" وہ اس کے تھکن زدہ چہرے کو محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے بولیں تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا وہ یک ٹک اسے دیکھتی رہیں۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہیں۔" وہ دھیما سا مسکرایا۔

"تم بہت بدل گئے ہو۔" کچھ مثبت تبدیلیاں تو اس میں آئی ہی تھیں مگر اس کے ساتھ ساتھ کچھ اور بھی تھا پراسرار سا جو ہر بار انہیں سوچنے پر مجبور کر دیتا تھا۔

"بدلا نہیں ہوں ذمہ دار ہو گیا ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے تصحیح کی۔

"ایسی بھی کیا ذمہ داریاں کہ جن میں الجھ کر تم خود کو ہی بھول جاؤ مجھے لگتا ہے کچھ ہے ایسا جو تمہیں اندر سے ڈپریسڈ رکھتا ہے جسے تم خود سے بھی شیئر نہیں کرتے۔"

"لگتا ہے آج کل کسی پامسٹ کی صحبت میں بیٹھنے لگی ہیں۔" وہ ان کی بات کاٹ کر ہنستے ہوئے اٹھ کر اپنے بیڈ روم میں چلا آیا۔

"کیوں میں اتنا ڈپریسڈ رہنے لگا ہوں خوش ہونا بھی چاہوں تو خوشی کا کوئی احساس من میں نہیں جاگتا وہ لڑکی جا چکی ہے میری زندگی سے میں یہ حادثہ بھول کیوں نہیں جاتا۔" پورچ میں گاڑی رکنے کی آواز پر اس کے خیالوں کا تسلسل ٹوٹا تھا اس نے کھڑکی سے نیچے جھانکا۔

ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہیری کو شاید وہ اندر آنے کی دعوت دے رہی تھی مگر وہ مسلسل انکار کیے جا رہا تھا مگر اس کی والہانہ نگاہیں کس قدر بے باکی سے شازمین کے سلیولیس بازوؤں اور گہرے گریبان سے ہوتی دلکش سحر طراز سراپے میں الجھتی جا رہی تھیں۔ فرحان کو اپنے وجود کا سارا لہو دماغ کی جانب گردش کرتا محسوس ہوا تھا اس کی کنپٹیاں سلگنے لگی تھیں۔ وہ تن فن کرتا شازمین کے بیڈ روم میں چلا آیا تھا۔

"کس کے ساتھ آئی ہو۔" درشت لہجے میں سوال

کیا تھا۔

"تیسری مل گیا تمہارا راستے میں۔" یا تو وہ انجان بن رہی تھی یا پھر فرحان کے بگڑے تیور اس نے ملاحظہ نہیں کیے تھے اس لیے خاصے پرسکون انداز میں سنگھار میز کے سامنے کھڑی اپنی ایئر رنگز اتار رہی تھی۔

"یوں نیم برہنہ وجود کے ساتھ باہر نکلتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی بچی نہیں ہو تم دوبارہ میں تمہیں اس حلیے میں نہ دیکھوں۔"

"اچھا تو کیا میں اب حجاب پہننا شروع کردوں۔" وہ استہزائیہ بولی۔

"اس ــــ میں کوئی حرج بھی نہیں۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے دانت پیس کر بولا تو وہ جیسے پھٹ پڑی۔

"تم مجھے واضح الفاظ میں یوں کیوں نہیں کہتے کہ شازمین تم اہمل بن جاؤ۔"

"کیا بکواس ہے یہ۔" وہ اس سے بھی زیادہ بلند آواز میں دھاڑا جیسے کسی نے دکھتی رگ پہ ہاتھ رکھ دیا ہو۔

"تم ہر وقت ہر لمحہ مجھ میں اس کو تلاشتے ہو کبھی لمبے بالوں کی ڈیمانڈ تو کبھی سیاہ آنکھوں کی فرمائش اور اب حجاب' تمہاری سوچیں تمہارے خیالات ہر لمحہ بس اس کے گرد بھٹکتے رہتے ہیں تم میرے ساتھ ہو کر بھی اس کے تصور میں کھوئے رہتے ہو تم مجھے نہیں اسے چاہتے ہو۔" فرحان کا گریبان جھنجوڑتے ہوئے وہ بول رہی تھی اور وہ اپنی جگہ سن سا کھڑا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے میں صرف گلٹی فیل کرتا ہوں وہ ایک اچھی لڑکی تھی میں نے کسی کا انتقام اس سے لے لیا اور زیادتی کا یہ احساس میرے ضمیر پہ بوجھ کی مانند دھرا ہوا ہے جو مجھے سکون سے جینے نہیں دیتا۔" شازمین کمرے سے جا چکی تھی اور وہ اکیلا کھڑا بڑبڑا رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھا سو گھر بھر کا لاڈلا بھی تھا اس کی کوئی فرمائش کوئی خواہش ایسی نہیں تھی جو اس کے پیرنٹس نے پوری نہ کی ہو آئمہ بیگم اور فاروق احمد کو بھی کبھی اس سے کوئی شکایت نہیں ہوئی تھی وہ پڑھنے میں ہمیشہ فرسٹ کلاس رہا تھا۔ اسپورٹس میں اسے محض کرکٹ کھیلنے کی حد تک دلچسپی تھی۔

صبح فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد جاگنگ' ناشتا اور پھر اسکول سے واپس آکر ٹھیک تین بجے اس کا لنچ ہوا کرتا تھا ظہر کی نماز چونکہ اسکول کی مسجد میں ادا کرکے آتا تھا اس لیے لنچ سے فارغ ہونے کے بعد اس کا ٹیوٹر اسٹڈی روم میں اس کا منتظر ہوا کرتا تھا شام کی چائے ہمیشہ لان میں پی جاتی تھی اس کے بعد اگر کہیں آؤٹنگ کا پروگرام ہوتا تبھی تو وہ اپنے ممی' ڈیڈی کے ساتھ ہی باہر جاتا تھا۔ رات نو بجے سونا اور صبح چار بجے اٹھنا اس کی روٹین لائف میں شامل تھا اس کے دادا ابا چونکہ ریٹائرڈ میجر تھے اس لیے بھی وہ ہر کام وقت پر کرنے کا عادی تھا۔ زندگی کے سترہ برس اسی روز مرہ معمول کو فالو کرتے ہوئے گزر گئے تھے۔ جب اچانک ایک خوشگوار تبدیلی نے زندگی میں حائل ہو کر برسوں کے اصول و ضوابط میں ہلچل مچادی ایک رات جب وہ سونے کے لیے بستر پر گیا تو سیل فون بج اٹھا یہ سیل فون ابھی کچھ روز قبل ہی ڈیڈی نے اس کے برتھ ڈے پر گفٹ کیا تھا بستر سے اٹھ کر کمپیوٹر ٹیبل تک جانے میں اسے اچھی خاصی کوفت ہوئی تھی لیکن جب یس کا بٹن پریس کرکے کان سے لگایا تو شوخ کھلکھلاتی ہوئی مترنم آواز نے ساری کوفت بے زاری اڑنچھو کردی۔

"ہیلو کیا میں آپ سے بات کرسکتی ہوں۔"

"جی آپ کون۔" وہ پریشان ہو گیا۔

"میرا نام عینا ہے میں سیکنڈ ایئر میں پڑھتی ہوں اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ہوں ممی پاپا کسی ریلٹو کی شادی میں گئے ہیں میں گھر میں اکیلی ہوں اور بہت بور ہو رہی ہوں اس لیے آپ کو مجھ سے ایک گھنٹہ بات کرنا پڑے گی۔" شوخ' بے جھجک لہجے میں اپنا تعارف کروانے کے بعد ایک گھنٹے کی شرط اتنے دھونس بھرے انداز میں عائد کی گئی تھی جیسے وہ اس کا کوئی

دیرینہ رشتے دار ہو اس کی نظریں بھٹکتے ہوئے وال کلاک سے ٹکرائیں نو بج کر دس منٹ ہو چکے تھے اور وہ رات اس کی زندگی کی پہلی رات تھی جب وہ رات گیارہ بجے سویا تھا ایک گھنٹہ اس سے بات کی تھی اور دوسرا گھنٹہ اس عجیب و غریب لیکن دلچسپ لڑکی کے متعلق سوچتا رہا تھا اگلی صبح وہ بے دار ہوا تو اس کا مارننگ وش کا مسیج آیا ہوا تھا جسے پڑھنے کے بعد اس کے لبوں پہ مسکراہٹ ابھر آئی اور پھر سارا دن وقفے وقفے سے اس نے وہ مسیج کوئی سو بار پڑھا تھا اسے آج سے قبل صبح کبھی بھی اتنی حسین خوشگوار اور متبسم نہیں لگی تھی۔ کچھ سوچتے ہوئے اس نے کال بیک کی تو اس کی نیند میں ڈوبی آواز سماعتوں سے ٹکرائی۔

"اوہو صبح سویرے جگا دیا ابھی سونے دو شام میں بات کروں گی۔" اور ساتھ ہی رابطہ منقطع کر دیا گیا تھا سارا دن اس کا شام ہونے کے انتظار میں گزر رہا تھا دوپہر پر کھڑی شام اسے آج سے قبل اتنی مسافتوں پر کبھی نظر نہیں آئی تھی آخر سورج ڈھلا مغرب کی اذان ہوئی وہ وضو کر رہا تھا جب اچانک سیل فون بج اٹھا۔ سر کا مسح کرنا اور پاؤں دھونے ابھی باقی تھے مگر وہ سب ادھورا چھوڑ کر فون کی سمت لپکا بچڑتے ہاتھوں سے کال ریسیو کی دوسری جانب عینا تھی اور اس سے باتوں میں مشغول ہو کر آج اس کی پہلی نماز قضاء ہوئی تھی اگلی صبح بھی وہ صبح چار بجے کی بجائے آٹھ بجے تک سوتا رہا تھا اور پھر ناشتا کیے بغیر کالج چلا آیا آج کل تو ویسے بھی اس کی بھوک اڑی ہوئی تھی۔ سارا دن بس سیل فون چیک کرتے ہوئے گزر جاتا تھا۔

شام میں عمیر کا برتھ ڈے تھا تمام فرینڈز اس کے گھر انوائیٹڈ تھے وہ ابھی ان کے لاؤنج میں جا کر بیٹھا ہی تھا کہ پھر رنگ ٹیون بجنے لگی وہ بضد تھی کہ بات کرو سب انجوائے کر رہے تھے اور وہ ایک کونے میں بیٹھا اس سے باتیں کرنے میں مشغول تھا۔ راتوں رات وہ تمام دوستوں میں بے حد مقبول ہو چکا تھا آخر ان کے گروپ میں وہ واحد لڑکا تھا جس کی گرل فرینڈ تھی اور سب اس کے پیچھے پڑے ہوئے تھے کہ ہماری بھی بات کرواؤ وہ بھی بلا جھجک سب سے بات کرتی تھی۔ جب دونوں کو بات کرتے دو مہینے گزر چکے تو عمیر اور فیضان کے کہنے پر اس نے عینا سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی وہ خود بھی اب اسے دیکھنے کو بے تاب ہو چکا تھا تھوڑی سی پس و پیش کے بعد اس نے آنے کی ہامی بھر لی تھی۔

سلور سیون میں آج اس کی پہلی ڈیٹ تھی اور اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کون سا ڈریس زیب تن کرے الماری سے سارے کپڑے نکال کر اس نے بیڈ میں ڈھیر کر دیے تھے اور صبح سات بجے سے خود کو مختلف رنگوں میں دیکھ رہا تھا دس بجے کے قریب آخر نظر انتخاب بلیک ٹوپیس پر ٹھہری تھی۔ خوبصورت تو وہ تھا ہی لیکن سوٹ میں آج کچھ زیادہ ہی ہینڈسم لگ رہا تھا۔ سلکی بال ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے۔ راستے سے اس نے عینا کے لیے سفید للی کا بکے اور چاکلیٹ لی تھیں ٹیبل پہلے سے ریزرو تھا اور ہال میں زیادہ لوگ بھی نہیں تھے کیونکہ نہ تو یہ لنچ ٹائم تھا نہ ہی آف ٹائم سورش تقریباً" نہ ہونے کے برابر تھا اکا دکا لوگ ہی دور دراز کے ٹیبلز پر بیٹھے نظر آ رہے تھے۔

ٹین ایجرز والی ساری حرکتیں اس نے کی تھیں رات بھر آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر مختلف انداز میں بات کرتا رہا اور اتنا بولنے کی وجہ سے اب گلے میں خراشیں پڑتی محسوس ہو رہی تھیں۔ کانفیڈینس کی اس میں کمی نہیں تھی لیکن اس پل اتنا نروس ہو رہا تھا تین بار پانی منگوا کر پی چکا تھا۔ وہ اٹھارہ منٹ لیٹ آئی تھی۔

اس نے عبایا پہنا ہوا تھا اور سر پر حجاب لپیٹ رکھا تھا کاندھے پر بیگ اور ہاتھ میں فائل تھام رکھی تھی یقیناً" وہ کالج سے آ رہی تھی۔ اپنی شوخ طبیعت کے برعکس وہ اس گیٹ اپ میں کافی سوبر اور باوقار نظر آ رہی تھی۔ کچھ دیر باتوں کے بعد اس نے لنچ کا آرڈر دیا تھا اور ایک گھنٹہ اس کے ساتھ گزار کر جب واپس آیا تو یوں لگ رہا تھا جیسے ہواؤں میں اڑ رہا ہو۔

وہ عام سی شکل و صورت کی لڑکی اسے دنیا کی حسین ترین مخلوق لگ رہی تھی اس کے بعد دو چار مزید ملاقاتیں ہوئیں شاپنگ' ہوٹلنگ' لانگ ڈرائیو' اس نے ایک پورا دن اس کے ساتھ لاہور گھومتے ہوئے گزارا تھا۔ اگر کبھی وہ اپنا سیل فون آف کر دیتی تھی تو اس کی جان پر بن آتی تھی' صبح کی واک' نماز' اسٹڈی' کرکٹ اور دوست آج کل اسے سب کچھ بھول چکا تھا۔ یاد تھی تو بس وہ ایک لڑکی جس کے وجود میں آج کل اس کی کل کائنات سمٹی ہوئی تھی۔ ان کا پہلا جھگڑا عینا کی ایک فضول فرمائش پر ہوا تھا۔ وہ اس سے کہہ رہی تھی کہ تم کسی اور لڑکی سے دوستی کرلو اور وہ اس عجیب بے تکی بات پر بھڑک اٹھا تھا۔

"تمہارا دماغ ٹھیک ہے تم جانتی ہو کیا کہہ رہی ہو۔"

"ہاں میں جانتی ہوں اور مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا مجھے اور بھی بہت سے کام ہیں ہر وقت تم سے بات تو نہیں کر سکتی اگر کبھی تمہاری کال ریسیو نہ کروں تو تم ناراض ہو جاتے ہو عجیب مصیبت ہے اس لیے کہہ رہی ہوں کہ ایک اور لڑکی سے دوستی کرلو تاکہ جب میں نہ ہوں تو وہ تو ہو تمہارے ٹائم پاس کے لیے۔"

"تم میرے لیے ٹائم پاس نہیں ہو عینا میں محبت کرتا ہوں تم سے اور یہ کیوں کہا تم نے کہ کبھی تم نہ ہو تم کیوں نہ ہو۔" وہ باقاعدہ جرح پر اتر آیا عینا کی باتوں پر اسے دکھ بھی ہو رہا تھا۔

"اس لیے کہا ہے کہ کچھ دنوں میں میری شادی ہو رہی ہے اس لیے میری مانو تو تم پلیز کسی اور لڑکی سے دوستی کرلو۔" اس نے کتنی آسانی سے سب کہہ دیا تھا اور فرحان کو اپنی نظروں میں زمین و آسمان گھومتے محسوس ہو رہے تھے۔

اس روز اس نے سارا دن کھانا نہیں کھایا تھا رات بھر وہ یونہی کمرے میں ساکت لیٹا رہا تھا اور اگلی صبح تک بخار میں اسے اپنا بھی ہوش نہیں رہا تھا۔ اس نے عینا کی کتنی منتیں کی تھیں۔

"عینا پلیز تم یہ شادی مت کرو میں اپنے پیرنٹس کو منالوں گا میری ممی بہت اچھی ہیں عینا۔ وہ تم سے بہت محبت کریں گی میں تمہیں بہت خوش رکھوں گا کبھی کوئی دکھ نہیں دوں گا کبھی تم سے جھگڑا نہیں کروں گا عینا پلیز یہ شادی مت کرو۔" لیکن اس نے کوئی بات نہیں مانی تھی الٹا اسے سمجھانا شروع کر دیا تھا۔

"دیکھو فرحان تم صرف میرے دوست تھے اور اپر کلاس میں یہ دوستی معمول کی بات ہے میں نے کبھی تمہارے لیے اپنے دل میں ایسی فیلنگ محسوس نہیں کیں کہ تم سے شادی کا سوچوں ویسے بھی مجھے لگتا ہے میرے ڈیڈ کا انتخاب مجھ سے اچھا ہی ہوگا۔ شیراز میرا کزن ہے انگلینڈ سے آیا ہے مجھے پسند بھی ہے میں اس شادی پر بہت خوش بھی ہوں تمہیں میری خوشی کا احساس کرنا چاہیے اوکے بائے میں اپنا ویڈنگ ڈریس لینے جا رہی ہوں۔" وہ چلی گئی پھر کبھی نہ آنے کے لیے۔

یہ آخری گفتگو تھی جو اس نے فرحان سے کی تھی وہ ایک ہفتہ اس کی زندگی کے اذیت ناک دن تھے اور پھر اس کی زندگی میں نساء چلی آئی تھی۔

نساء سے اس کی دوستی انٹرنیٹ پر ہوئی تھی اس کا پھر وہی معمول بن گیا تھا رات بھر باتیں "ڈیٹ' ہوٹلنگ' شاپنگ' زندگی بھر ساتھ نبھانے کے وعدے اور پھر بریک اپ۔ وہ غیر دانستہ طور پر ہر لڑکی کے ساتھ وہی کرتا تھا جو عینا نے اس کے ساتھ کیا تھا۔ لیکن جب اس نے ایمل کو دیکھا تو وہ اسے بالکل عینا کا پرتو لگی۔ گندمی رنگت' بڑی بڑی آنکھیں عبایا میں ملبوس سر پہ حجاب اوڑھے' اس کی بھی آواز میں ترنم تھا اور انداز و اطوار میں وقار' شائستگی اور دلکشی اس نے عینا کا بدلہ اس سے لیا تھا۔

اور اب شازمین کہہ رہی تھی تم اسے چاہتے ہو۔ اور اسے لگ رہا تھا شازمین ٹھیک ہی کہتی ہے۔ وہ جسے دو سالوں تک گلٹ سمجھتا رہا تھا وہ گلٹ نہیں تھا محبت تھی اور یہی وہ سچ تھا جسے وہ خود سے بھی شیئر کرنے سے

ڈرتا تھا وہ جس جذبے سے دو سالوں تک نظریں چراتا رہا تھا خود کو فریب دیتا رہا تھا وہ اس کی قوت مدافعت سے زیادہ طاقتور تھا۔ وہ ہار گیا تھا خود سے' دل سے' دلیلوں سے۔ کہتے ہیں نا کہ پہلا پیار انسان کبھی نہیں بھولتا' وہ بھی نہیں بھولا تھا عینا اس کا پہلا پیار تھا اور اب ایمل میں اسے اپنا پہلا پیار نظر آتا تھا۔

وہ پیار جو ایک پاکیزہ رشتے میں بندھا ہوا تھا جو نکاح کے مقدس بندھن سے ہو کر اس کے دل میں اترا تھا ایمل اس کا کوئی افیئر نہیں تھی جسے وہ بھول جاتا وہ ایک رشتہ تھی وہ رشتہ جو اس نے اللہ کو گواہ بنا کر اس کے ساتھ جوڑا تھا۔ جس کی خاطر وہ بھٹکی ہوئی راہوں سے ایک ہموار اور متوسط شاہراہ پر واپس لوٹ آیا تھا جس کی طلب اسے مسجد تک لے گئی تھی۔

اس نے چپکے چپکے کئی بار اسے ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی اس کے محلے والوں سے معلوم ہوا تھا کہ امام صاحب کے انتقال کے بعد وہ اپنے ننھیال چلی گئی تھی مگر وہ وہاں بھی نہیں تھی۔ تو پھر کہاں تھی؟ اس کا بس نہ چلتا تھا کہ وہ روئے زمین کا ذرہ ذرہ چھان کر کہیں سے اسے ڈھونڈ نکالے لیکن فی الحال تو بس ایک امید تھی جو دل کو مایوس ہونے نہیں دیتی تھی اور وہ امید اس کی دعا تھی جو وہ بڑے خشوع خضوع کے ساتھ دن رات صبح و شام کرتا تھا۔

☼ ☼ ☼

"شازمین لندن واپس جا رہی ہے۔" ناشتے کی میز پر آئمہ بیگم نے اسے مخاطب کیے بغیر خاصے روکھے انداز میں اطلاع دی تھی وہ پچھلے تین روز سے اس سے خفا تھیں وجہ تنازعہ ان دونوں کا جھگڑا تھا جس کی اصل وجہ سے فی الحال وہ ناواقف تھیں اور جس نے دونوں کو انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا تھا وجہ وہ دونوں سے پوچھ چکی تھیں مگر فرحان نے جیسے اس معاملے میں نہ بولنے کا عہد کر رکھا تھا رہی شازمین تو اس نے انتہائی غصے میں چلاتے ہوئے اتنا کہا تھا۔

"یہ رشتہ میرے لیے بوجھ بن چکا ہے اور میں اس بوجھ سے رہائی چاہتی ہوں' میں نے زندگی کو ہمیشہ اپنے انداز میں گزارا ہے' میں دوسروں کے بنائے ہوئے اصولوں پر نہیں چل سکتی' مجھے ایسے شخص کے ساتھ نہیں رہنا جو مجھ سے محبت نہیں کرتا۔" وہ کچھ بھی کہے بغیر ڈائننگ ٹیبل سے اٹھ کر کمرے میں چلا آیا تھا اس نے ایک بار بھی اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن وہ اس سے معافی ضرور مانگنا چاہتا تھا۔ شازمین نے اسے اس کا بھی موقع نہیں دیا تھا اس کی سیٹ ریزرو تھی اپنی پیکنگ کمپلیٹ کرنے کے بعد وہ آئمہ بیگم سے مل کر ڈرائیور کے ساتھ جا چکی تھی۔

وہ شام میں جب نیچے آیا تو سارا گھر بھائیں بھائیں کر رہا تھا مما اپنی جگہ خاموش گم سم سی بیٹھی تھیں وہ اپنے بیٹے کو کیسے مجبور کرتیں جب دوسری جانب ہی کوئی گنجائش نہیں رہی تھی چند روز کی بوجھل اور سوگوار سی خاموشی کے بعد رفتہ رفتہ سب معمول پر آگیا تھا۔ اگر کچھ نہ آیا تو فرحان کا دل۔

تین برس بیت چکے تھے اور اب تو اس سے ملنے کی آس بھی دم توڑنے لگی تھی جب ایک روز اچانک اس نے لبرٹی میں عمیر کے ساتھ شاپنگ کرتے ہوئے کچھ فاصلے پر کھڑی ایک لڑکی کو دیکھا اسے وہ چہرہ کچھ شناسا سا لگا تھا پھر اچانک جیسے اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا یہ تو ایمل کی بیسٹ فرینڈ تھی اس نے ہمیشہ ایمل کو یونیورسٹی میں اسی لڑکی کے ساتھ دیکھا تھا اور انگیجمنٹ کی شام جب وہ آخری بار اس سے بات کرنے آئی تھی تب بھی یہ لڑکی اس کے ساتھ تھی۔

"ایکسکیوزمی۔!" وہ لپک کر اس کے قریب آیا تھا۔ وہ لڑکی بھی اسے دیکھ چکی تھی فرحان نے حیرت و ناگواری کے ملے جلے تاثرات اس کے چہرے پر نمودار ہوتے دیکھے تھے مگر اسے ان سب سے کچھ غرض نہ تھی کہ وہ اس کے متعلق کیا سوچ رہی ہے۔

"مجھے ایمل کا ایڈریس چاہیے تھا۔" اس نے بغیر کسی تمہید کے اپنا مدعا بیان کیا۔

"ایم سوری میں اس سلسلے میں آپ کی کوئی ہیلپ نہیں کر سکتی کیونکہ اس شام کے بعد میں اس سے

دوبارہ کبھی نہیں ملی اور نہ ہی اس نے مجھ سے کوئی رابطہ کیا تھا۔" وہ سپاٹ سے انداز میں معذرت کرتی چلی گئی اور وہ وہیں کھڑا لمحہ بہ لمحہ اسے نظروں سے اوجھل ہوتے دیکھتا رہا تھا ہر طرف مایوسیوں کے گہرے بھنور تھے جن میں وہ روز ڈوبتا تھا لیکن امید کی وہ کرن جو دل میں دعا کی مانند روشن تھی یہ ایمان کہ اوپر جو بیٹھا ہے وہ دلوں کے بھید اور ان میں چھپی خواہش جانتا ہے یہ احساس کہ اس کا خلوص سچا ہے اسے کبھی شکوک میں مبتلا نہیں کرتا تھا اور پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اتنی لگن سے مانگتا اور وہ نہ ملتی کچھ روز قبل آئمہ بیگم پر اس کی شادی کا پھر سے جنون سوار ہو چکا تھا جو اکثر اوقات بیٹھے بٹھائے ان پر سوار ہوتا ہی تھا اور اس سلسلے میں اب کی بار انہوں نے ایک لڑکی بھی فائنل کرلی تھی۔ فرحان کے مسلسل انکار کے باوجود ان پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا وہ اس بار اپنی منوا کر ہی دم لینا چاہتی تھیں آخر تھک ہار کر اس نے انہیں سب کچھ بتا دیا۔

پھر تو گویا گھر میں اک طوفان سا اٹھ آیا تھا حالات اتنے ناسازگار ہوئے کہ وہ گھر چھوڑ کر کچھ دنوں کے لیے شمالی علاقہ جات کی خاک چھاننے نکل آیا اور پھر قسمت اسے اس دروازے تک لے آئی جہاں سے اس کا ایک نیا سفر شروع ہونے والا تھا۔

"اللہ اکبر۔۔۔ اللہ اکبر۔" موذن کی پہلی صدا پر وہ اپنے خیالوں سے چونکا اور آنکھیں بند کرتے ہوئے بڑی عاجزی کے ساتھ اس ذات اعلا کی عظمت اور کبریائی کا اعتراف کرتے اس کے لب اذان کے ہر کلمات کے ساتھ ہل رہے تھے۔

ساری رات اس صوفے پر بیٹھے بیٹھے بیت گئی تھی۔ دودھ سے بھرا وہ نیم گرم گلاس اب برف میں تبدیل ہو چکا تھا اور اس کا وجود بھی۔۔۔ اسی گیسٹ ہاؤس کے اوپر والے پورشن میں کوئی اور بھی تھی جو ماضی کے اس سفر میں رات بھر اس کے ہمراہ رہی تھی۔ نیند تو آج اسے بھی نہیں آئی تھی یہ رت جگا اس نے بھی کاٹا تھا اور اس کے خیالوں کا تسلسل بھی موذن کی آواز پر ہی ٹوٹا تھا۔

وہ بل لپیٹ کر بستر سے باہر نکل آئی اس کا ارادہ نماز ادا کرنے کا تھا جب سیڑھیاں اترتے ہوئے اسے ٹھٹک کر رک جانا پڑا۔ وہ واش بیسن کے قریب کھڑا وضو کر رہا تھا۔ وضو کرنے کے بعد اس کی نظر ابصل کی سمت اٹھی تو ٹاول سے چہرہ اور کہنیوں تک تو بازو خشک کرتے ہوئے اس نے ابصل سے جائے نماز مانگی تو وہ ترش لہجے میں بولی۔

"اب یہ ڈھونگ کس لیے۔" وہ مدھم سا مسکرایا جیسے بڑی بے بس سی ہنسی ہو۔

"ڈھونگ کرنا چھوڑ دیا ہے میں نے اور جب اس (اللہ) نے معاف کر دیا تو تم بھی کر دو۔" اس نے قریب آکر ابصل کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ دیے تھے وہ محبت کی بھیک مانگ رہا تھا اس لڑکی سے جو اس کی بیوی تھی اس بیوی سے جسے وہ ایک رات کے بعد چھوڑ چکا تھا اس ٹھکرائی ہوئی عورت سے جو اس کے ساتھ اپنا تعلق نہ ثابت کر سکنے پر دربدر ہو گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

اسے آج بھی یاد تھی وہ شام جب اسے گھر سے نکالا گیا تھا جب پیروں تلے زمین رہی تھی نہ سر پر آسمان، خالی ویران سڑک پر کھڑی وہ سوچ رہی تھی کہ کس سمت چلے اس کے لیے تو کسی بھی راہ کے اختتام پر اب ایسی کوئی چھت نہیں تھی جو اس کا سائبان بن جاتی جو اسے زمانے کی وحشت اور درندگی سے بچا لیتی۔ ایسا کوئی آنچل نہیں تھا جو اس کے وجود کو اپنی پناہوں میں سمیٹ لیتا۔

اسے بابا جان کی بہت یاد آرہی تھی۔ آج وہ ہوتے تو کیا ان کی بیٹی یوں راہوں میں خوار ہو رہی ہوتی۔ چل چل کر جب پاؤں شل ہو گئے تو وہ سڑک کے کنارے ایک بڑے سے پتھر پر بیٹھ گئی۔

"کیا میں کسی دارالامان چلی جاؤں۔" وہ ابھی سوچ ہی رہی تھی جب ندا اس کے لیے فرشتہ بن کر چلی آئی۔

"تم یہاں کیوں بیٹھی ہو تمہیں تو میں نے تمہارے

گھر ڈراپ کیا تھا۔" وہ فکر مندی سے اس کا ہاتھ تھامے پوچھ رہی تھی اور ایمل کے پاس جواب میں سوائے آنسوؤں کے کچھ بھی نہیں تھا۔

"اچھا پلیز یار تم رو مت اور اٹھو یہاں سے۔" وہ اسے اٹھا کر گاڑی میں لے آئی تھی۔

"یہ لو پہلے پانی پیو اور پھر بتاؤ کیا ہوا ہے۔" اس نے منرل واٹر کی بوتل کھول کر اسے تھمائی اور خود سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ دو تین گھونٹ بھرنے کے بعد اس نے خود کو کافی پرسکون محسوس کیا تھا اور پھر ندا کو سب بتا دیا سب سننے کے بعد وہ بھی پریشان ہو گئی تھی۔

"اچھا تم میرے گھر چلو اور پلیز ریلیکس ہو جاؤ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ کچھ دیر سوچنے کے بعد تسلی آمیز لہجے میں کہتی اپنے گھر لے آئی تھی اس کی مما بظاہر تو کافی خوش اخلاقی سے پیش آئیں مگر بعد میں انہوں نے ندا کو خوب ڈانٹا تھا۔

"ندا ایک ہفتے تک تمہاری شادی ہونے والی ہے اور تم اپنی دوست کو اٹھا کر گھر لے آئی ہو میں سب رشتے داروں کو کیا جواب دوں گی اس کے ساتھ جو ہوا وہ اس کی پرابلم ہے تم اس میں خود کو انوالو مت کرو۔"

"مما پلیز اس طرح ری ایکٹ مت کریں وہ میری بہت اچھی اور اکلوتی دوست ہے اب مصیبت میں اسے تنہا تو نہیں چھوڑ سکتی نا۔ اور رہی رشتہ داروں کی بات تو آپ کہہ دیجیے گا کہ وہ میری شادی اٹینڈ کرنے آئی ہے۔" اس نے چٹکیوں میں حل بتا دیا تھا۔

"اور اس کے بعد۔" انہوں نے ابرو اچکا کر قدرے خشک لہجے میں پوچھا تو ایک لمحہ کو وہ بھی سوچ میں پڑ گئی۔

"مما اگر ہم ایمل کو ناران بھیج دیں یہ ویل ایجوکیٹڈ ہے آپ کا اسکول سنبھال لے گی اور رہائش کا بھی کوئی مسئلہ نہیں ہو گا پھر آپ کی بھی تسلی رہے گی اور یہ جو ہر مہینے آپ کو معائنے کے لیے وہاں کا وزٹ کرنا پڑتا ہے اس سے بھی نجات مل جائے گی۔" ندا نے فوراً" یونیک اور کافی حد تک مصلحت آمیز آئیڈیا دے کر دونوں کی مشکل آسان کر دی تھی۔

آنٹی کو بھی اس کا مشورہ پسند آیا تھا اور ایمل کو بھی۔ سو ندا کی شادی کے بعد آنٹی نے اپنی خاندانی ملازمہ نوراں کے ساتھ اسے ناران بھجوا دیا۔ ماسی نوراں اسی گاؤں کی رہائشی تھیں۔ ندا نے بتایا تھا کہ اس کی مما کا تعلق بھی اسی گاؤں کے ایک مڈل کلاس گھرانے سے تھا انکل سے ان کی لو میرج تھی شادی کے بعد وہ انہیں اپنے ساتھ لاہور لے گئے تھے جس اسکول میں وہ پرنسپل کی پوسٹ پر جاب کر رہی تھی وہ انہوں نے ان بچوں کے لیے بنوایا تھا جو مالی وسائل کی کمی کی بدولت اچھی تعلیم حاصل کرنے سے قاصر تھے وہاں ان بچوں کو یونیفارم اور بکس فراہم کی جاتی تھیں اور معیار تعلیم بھی اس کے آنے سے اب بہتر ہو چکا تھا۔

لاہور کے پررونق اور ہنگامہ خیز ماحول کی نسبت یہاں کی فضا کافی پرسکون اور خوشگوار تھی زینی کے آنے کے بعد اس نے ماضی کو فراموش کر کے ایک نئی زندگی کا آغاز کیا تھا جس میں اس کی تمام تر محبتوں اور مصروفیات کا محور زینی تھی اور اس کے شب و روز اب محض اسی کی ذات سے وابستہ ہو کر رہ گئے تھے لیکن ماضی کو جتنا بھی فراموش کرنے کی کوشش کرو اس کا تعلق بہرحال آپ کی زندگی سے نہیں ٹوٹ سکتا دنیا اتنی چھوٹی ہے بچھڑے ہوئے لوگ پھر کسی نہ کسی موڑ پر ٹکرا جاتے ہیں۔

"مجھے معاف کر دو ایمل۔" وہ کتنی آس بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا اس کی آنکھوں میں نمی تھی لبوں پر فریاد۔ اس کے دونوں ہاتھ اس کے سامنے جڑے ہوئے تھے اس نے پہلی بار اپنے سامنے کسی مرد کو یوں جھک کر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے دیکھا تھا اس مرد کو جو اسے اپنے سامنے جھکانے کا متمنی تھا۔

"تم ابھی اور اسی وقت یہاں سے چلے جاؤ۔" وہ منہ پھیر کر درشتی سے بولی۔

"ایمل میں تمہارے۔۔۔"

"اگر تم نہیں جاؤ گے تو میں چلی جاؤں گی اور اگر تم

نہیں چاہتے مجھے پھر سے دربدر کرنا تو جاؤ چلے جاؤ اور پھر کبھی لوٹ کر مت آنا۔" وہ اسی طرح منہ پھیرے کھڑی تھی وہ کتنے ہی پل کھڑا اسے دیکھتا رہا اور پھر شکستہ قدموں سے چلتا اس گیسٹ ہاؤس کا مرکزی دروازہ عبور کر گیا۔

☼ ☼ ☼

نماز ادا کرنے کے بعد اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا مانگے ہر دعا تو مقبول ہو چکی تھی کچھ دیر یونہی بیٹھی سوچتی رہی پھر سر جھٹک کر اٹھ کھڑی ہوئی رات اس نے کھانا نہیں کھایا تھا اب سوچا پہلے ناشتا کر لیا جائے۔

کچن میں آ کر چائے بنائی تو زینی کا خیال آگیا اس کے لیے دودھ اور کوکیز لے کر اوپر آئی تو وہ اٹھ چکی تھی اور اب گھٹنوں میں منہ چھپائے سسکیوں سے رو رہی تھی وہ تڑپ کر آگے بڑھی اور اسے اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیا۔

"زینی میری جان کیا ہوا ہے۔" اس نے اس کے بال سنوارتے ہوئے ماتھے پہ بوسہ دیا تو وہ روتے ہوئے خفگی سے بولی۔

"آپ نے کہا تھا بابا کچھ دنوں تک واپس آئیں گے' آج آٹھ روز تو ہو چکے ہیں' وہ پھر کب آئیں گے۔" وہ مشکوک نظروں سے ایمل کو دیکھتے ہوئے بولی تو وہ لب ہلانا بھول گئی۔ اس کی آنکھوں میں ڈھیر سارا پانی امڈ آیا تھا اور اگلے ہی پل وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

"زینی میری جان۔" ایمل اس کے یوں رونے پر بے چین ہو گئی۔

"آپ جھوٹ بولتی ہیں' آپ گندی ہیں' میں آپ سے کبھی بات نہیں کروں گی۔" وہ خفگی سے کہتی باہر بھاگ گئی تھی اور اس کے لیے جیسے زندگی کا ہر رنگ پھیکا پڑ گیا تھا۔ اب سامنے کے منظر میں بھی جیسے کوئی کشش باقی نہیں رہی تھی۔ وہ اٹھ کر اس کے پیچھے جانے والی تھی' جب اس کی نظر دروازے کے قریب رکھے سرخ گلابوں کے گلدستے سے ٹکرائی۔

جب سے وہ گیا تھا تب سے یہ پھول آنا شروع ہوئے تھے۔ وہ اٹھا کر پھولوں کا جائزہ لینے لگی۔ اس میں ایک کارڈ بھی تھا جس پر خوب صورت سی نظم تحریر تھی۔

ہزاروں پل تمہارے بنا
نہ پوچھ کیسے کٹے ہیں
کبھی یادیں رلاتی ہیں
کبھی موسم ستاتے ہیں
اسے کہہ دو
ہم آتے ہیں
ہمارا مان رکھ لینا
ہمیں واپس نہیں جانا
ہمیں دل میں بسا لینا
ہمیں اپنا بنا لینا
بہت روٹھا نہیں کرتے
محبت تو عبادت ہے
اسے رسوا نہیں کرتے
جو تھک کر لوٹ آئے
اسے تنہا نہیں کرتے

ایسی ہی نظمیں پہلے آنے والے کارڈز پر بھی درج تھیں۔

"تو کیا وہ ابھی تک اس شہر میں ہے۔" اس کی سرگوشی نما بڑبڑاہٹ مدھم تھی۔ دھڑکنوں کی بے اختیاری پر اس نے سر جھٹک دیا' پچھلے پانچ برسوں سے وہ دل کو لفٹ کروانا چھوڑ چکی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ کارپٹ پر اوندھے منہ لیٹے روتے ہوئے ہی سو گئی تھی۔ ایمل نے اسے اٹھا کر بستر پر لٹایا تو اس کے وجود پر حرارت کا احساس ہوا تھا۔ اس نے گھبرا کر بے ساختہ پیشانی پہ ہاتھ رکھا تو وہ بری طرح بخار میں تپ رہی تھی۔ اسے پہلے بھی ہلکا سا ٹمپریچر تھا' جواب شدت اختیار کر چکا تھا۔ دو روز تک وہ اسے میڈیسن کھلاتی

رہی تھی، لیکن معمولی سا بھی فرق نہیں پڑا تھا۔ دوسرا وہ کھانے پینے میں بھی بہت نخرے دکھا رہی تھی۔ دو دن میں ہی ایمل کو اس کی رنگت زرد پڑتی معلوم ہو رہی تھی۔ اس سے تو وہ بالکل بھی بات نہیں کر رہی تھی، اگر کبھی منہ کھولتی بھی تو ایک ہی سوال ہوتا۔

"پاپا نہیں آئے۔" اور اس کے دل کو جیسے کوئی مٹھی میں بھینچ دیتا تھا۔ چپکے چپکے سے وہ کئی بار رو چکی تھی۔ ماسی نوراں ابھی تک نہیں آئی تھیں اور اس کی دن بہ دن بگڑتی حالت کے پیش نظر اس کے ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے۔

اب بھی وہ سوپ بناتے ہوئے رو رہی تھی۔ جب ڈور بیل چنگھاڑ اٹھی، آنسو صاف کرتے ہوئے اس نے دروازہ کھولا تو سامنے کھڑی ندا کو دیکھ کر دل کو جیسے حوصلہ ملا تھا، لیکن اس کی بھیگی پلکیں ندا کو تشویش میں مبتلا کر چکی تھیں۔

"تم رو رہی ہو۔" اس نے دیکھتے ہی استفسار کیا تھا۔

"تم اندر تو آؤ۔"

وہ مصنوعی بشاشت کا مظاہرہ کرتی اسے اندر لے آئی اور زینی کے متعلق بتاتے ہوئے اس کا لہجہ پھر سے بھیگ گیا تھا۔

"اچھا تم گھبراؤ مت، میں دیکھتی ہوں۔" وہ تسلی آمیز لہجے میں کہتی اوپر چلی گئی، زینی اسے دیکھ کر مسکرائی تھی۔ ندا نے اسے اپنی باتوں میں لگا کر سوپ بھی پلایا تھا اور میڈیسن بھی کھلائی تھیں اور پھر شہزادی کی کہانی سنتے ہوئے وہ سو گئی تو وہ دونوں اٹھ کر ٹیرس پر چلی آئیں۔

"ایمل کچھ روز قبل میری ملاقات فرحان سے ہوئی تھی۔" اس کا سرسری لہجہ ایمل کو چونکا گیا تھا۔

"مگر میں نے اسے تمہارے متعلق کچھ نہیں بتایا۔" اگلے ہی پل ہاتھ اٹھا کر ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے اس نے اپنی صفائی پیش کی تھی، جس پر ایمل نے گہرا سانس بھرتے ہوئے سب بتا دیا تو کچھ دیر تو جیسے وہ کچھ بولنے کے قابل ہی نہیں رہی۔

"اور تم اس کے جرم کی سزا اپنی معصوم بیٹی کو دے رہی ہو کیوں ایمل۔" اگلے ہی پل اس نے ایمل کو جھنجھوڑ ڈالا تھا۔

"یہ تم پوچھ رہی ہو۔" ایمل نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"تم اسے معاف نہیں کر سکتیں۔"

"تاکہ وہ مجھے پھر سے ٹریپ کرے۔"

"جب وہ تمہیں ٹریپ کر رہا تھا تب تم اس کے قریب آ گئی تھیں۔ آج وہ تم سے محبت کرتا ہے تو تم اس کا اعتبار کیوں نہیں کر سکتیں۔"

"تم میرے سامنے اس کی حمایت نہ کرو۔" اس نے جھنجلا کر ٹوکا۔

"ایمل اپنے ساتھ ہوئی زیادتی کا بدلہ تم لے چکی ہو، اس نے اگر تمہارے ساتھ دھوکہ کیا تھا تو تم نے بھی تو بھری محفل میں اس کی انسلٹ کی تھی اور آج اگر تم اتنی پرسکون ہو تو صرف اس لیے کہ تمہارے ضمیر پر کوئی بوجھ نہیں ہے، تم نے کوئی گناہ نہیں کیا، مگر وہ اپنے کیے پر نادم ہے، تم سے معافی مانگ چکا ہے۔ تمہاری بیٹی کو اپنا نام دے رہا ہے اور تمہیں عزت، اب تم اور کیا چاہتی ہو۔"

"میں بس اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی۔" اس نے گویا بات ہی ختم کر دی تھی۔ دو دن وہ اس کے ساتھ رہی تھی اور اسے یہی سب کچھ سمجھاتی رہی تھی، مگر اس کا انکار اقرار میں نہیں بدلا تھا۔

☼ ☼ ☼

کلینک سے واپسی پر وہ روڈ پر کھڑی کیب کا ویٹ کر رہی تھی، جب نظر —— دوسری جانب کھڑے فرحان سے ٹکرا گئی وہ بھی اسے دیکھ چکا تھا۔

روڈ پر رش تقریباً نہ ہونے کے برابر تھا۔ زینی دوڑ کر اس سے لپٹ چکی تھی۔ وہ اسے اٹھا کر پیار کرتے ہوئے ایمل کی جانب چلا آیا۔

"پاپا آپ کیوں چلے گئے تھے، میں نے آپ کو بہت مس کیا۔" زینی اس کے گالوں پر دونوں ہاتھ رکھے شکوہ

کررہی تھی۔
"آپ کی مما نے مجھے گھر سے نکال دیا تھا۔" اس کی معصومیت بھری مسکینیت عروج پر تھی۔ ایمل نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔
"مما میری آپ سے کٹی۔" زینی فوراً" منہ پھلا کر خفگی سے بولی تھی۔
"چلو آؤ' گھر چلیں۔" اس نے تحمل سے اس کی جانب بازو پھیلائے' مگر وہ مزید فرحان سے لپٹ گئی۔
"میں پاپا کے ساتھ جاؤں گی۔" اس کے اعلان پر اس نے لب بھینچتے ہوئے فرحان کو دیکھا۔ جس کے لبوں پہ کھلا کھلا سا تبسم بتا رہا تھا کہ وہ اس کی حالت پر کس قدر محظوظ ہو رہا تھا۔
"پاپا بھی ہمارے ساتھ چلیں گے۔" وہ بے زاری سے بولی۔
"رئیلی۔" فرحان نے بے یقینی سے دیکھا۔ جس پر وہ سر دھری کا مظاہرہ کرتے ہوئے گاڑی کی سمت چلی آئی۔ مگر زینی نے یہاں بھی اس کی ایک نہیں چلنے دی تھی۔ اسے پیچھے بیٹھے دیکھ کر فوراً" ٹوکا۔
"مما تو فرنٹ سیٹ پہ بیٹھتی ہیں۔" فرحان نے اس کے لیے فرنٹ ڈور کھول دیا تھا۔ وہ خاموشی سے آگے بیٹھ گئی۔ زینی پہلے کھڑی خوب چہک رہی تھی اور وہ اس کو اتنا خوش دیکھ کر ایک آخری فیصلہ کرنے پر مجبور ہو گئی تھی۔
گاڑی گیسٹ ہاؤس کے سامنے رکی تو زینی اتر کر اندر بھاگ گئی' ایمل نے گردن گھما کر اسے دیکھا' وہ بھی اسی کی سمت متوجہ تھا۔
"میں زینی کی خاطر تمہارے ساتھ رہنے پر مجبور ہوئی ہوں۔ میرے اس جھوٹے کو محبت سمجھنے کی بھول کبھی مت کرنا' ہم دو شناسا لوگ ایک ہی گھر میں ہمیشہ اجنبی بن کر رہیں گے۔" اترنے سے قبل وہ اسے باور کروانا نہیں بھولی تھی۔ وہ کتنی ہی دیر بے یقینی سے اسے دیکھتا رہا۔ ایمل کو اس وقت اس پر بے تحاشا ترس آیا تھا۔ مگر وہ کسی قسم کی فیاضی کے موڈ میں ہرگز نہیں تھی۔ سو اس کے تاثرات پر مزید غور فرمائے بغیر گاڑی سے اتر آئی۔ حالانکہ اس نے یہ فیصلہ زینی کی خاطر نہیں اپنے دل کی خاطر کیا تھا جو اس شخص کو بے انتہا چاہتا تھا اور جو اس کے لاکھ سمجھانے پر بھی اپنی چاہت سے دستبردار ہونے کو کبھی تیار نہیں ہوا تھا۔ تب بھی نہیں جب اس نے بھری محفل میں اس کی توہین کی تھی۔ تب بھی نہیں جب اس کی وجہ سے وہ بے اماں ہو کر خالی ہاتھ اور ننگے پاؤں سڑک پر کھڑی تھی۔ تب بھی نہیں جب اس نے پانچ سال بعد اسے ایک بار پھر اپنے سامنے دیکھا تھا۔
تب وہ خالص اس کا ہو کر اس کے پاس آیا تھا۔ وہ اس کے ساتھ رہنا چاہتی تھی۔ مگر اس نے اسے گھر سے نکال دیا تھا۔ اسے اس کے ساتھ رہنے کے لیے کسی جواز کی ضرورت تھی اور آج اس نے اس پر جتا دیا تھا کہ وہ زینی کی خاطر اس کے ساتھ رہنے پر مجبور ہوئی ہے۔ کیونکہ اسے اپنی محبت کا اظہار زندگی میں کبھی نہیں کرنا تھا۔ وہ چاہتی تھی وہ زندگی بھر نارسائی کا عذاب سہے' جیسے اس نے پانچ سال اس کرب کو دن رات اپنے وجود پر جھیلا تھا۔
"میں اسے اپنا اسیر کرتے کرتے خود اس کا اسیر ہو گیا ہوں اور وہ کہتی ہے کہ اس نے میرے ساتھ کمپرومائز کیا ہے اور میں اس جھوٹے کو محبت سمجھنے کی بھول کبھی نہ کروں' مگر آپ کو پتا ہے وہ جھوٹ بولتی ہے' میں جانتا ہوں وہ مجھ سے اور صرف مجھ سے ہی محبت کرتی ہے۔ ورنہ اس کی نظریں کیوں جھکتیں' لب کیوں لرزتے۔ اس کی محبت کا ثبوت ہے اس کے گلے میں جھولتا وہ لاکٹ جو میں نے اسے نکاح کی شام اپنے ہاتھوں سے پہنایا تھا۔ اس کی الماری میں ترتیب سے رکھے وہ سارے پھول جو میں روز اسے بھیجتا تھا۔ وہ کارڈز جن پر میں نے اپنے دل کی کہانی لکھی تھی اور اس کے نام کے ساتھ جڑا میرا نام۔ اور وہ کہہ کر گئی ہے کہ ہم ہمیشہ دو شناسا اجنبیوں کی طرح رہیں گے اور مجھے اس کی بات پر ابھی تک ہنسی آ رہی ہے۔ شناسا بھی اور اجنبی بھی؟ میں ابھی اندر جا کر اسے بتانے والا ہوں کہ دو شناسا لوگ کبھی اجنبی نہیں ہوتے۔ ==